لکھنؤ

تعمیرِ حیات

پندرہ روزہ

حضرت ابراہیم خلیل اللہ اور عملی نمونہ

حضرت ابراہیم علیہ السلام اسلام کے پہلے داعی تھے، اس لیے ان کا وجود یکسر پیکر اسلام تھا اور اپنے عمل حیات کے اندر اسلام کی حقیقت کا ایک عملی نمونہ رکھتے تھے، وہ اسلام کے واعظ تھے اور واعظ کے لیے اولین شے یہ تھی کہ تعلیم کے ساتھ خود اپنی زندگی کا عملی نمونہ بھی پیش کردے اور جن حقیقتوں کی طرف دنیا کو دعوت دیتا ہے ان کو سب سے پہلے اپنے اوپر طاری کردے، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان حقائق کو اپنے اوپر طاری کیا، اس لیے کہ ان کا ہر عمل صدائے اسلام تھا اور وہی پیروان اسلام کے لیے عملی نمونہ یا "اسوۂ حسنہ" ہوسکتا تھا اور یہی سبب ہے کہ خدائے تعالیٰ نے ان کی زندگی کے تمام اعمال ہمیشہ کے لئے محفوظ کردیے اور ان کے ذکر کو بقائے دوام عطا فرمایا۔

مولانا ابوالکلام آزادؒ

سالانہ زرتعاون -/250

۱۰ر ستمبر ۲۰۱۳ء

فی شمارہ =/12₹

پندرہ روزہ

تعمیرِ حیات

لکھنؤ

جلد نمبر ۵۰ | ۱۰ر ستمبر ۲۰۱۳ء مطابق ۳ر ذیقعدہ ۱۴۳۴ھ | شمارہ نمبر ۲۱

اس شمارے میں

مرد مومن		
حسن البناء اور ان کی جماعت	حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ	۲
اداریہ		
معشوق کی بارگاہ میں عاشق کی حاضری	شمس الحق ندوی	۳
حقیقت حج		
حج و قربانی اور ملت ابراہیمی	علامہ سید سلیمان ندویؒ	۵
کعبۂ مقصود		
خدا کا پہلا گھر	مولانا عبدالماجد دریابادیؒ	۷
نشان راہ		
دور حاضر کے چیلنج کا مقابلہ	حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ	۸
جذب دروں		
حج بیت اللہ کا مقصد اور پیغام	حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی	۱۰
عالم اسلام		
امام حسن البناء اور اخوان المسلمین	مولانا نذر الحفیظ ندوی ازہری	۱۲
سخن دل پذیر		
طلبائے علوم نبوت اپنی قدر و قیمت پہچانیں!	مولانا سید عبداللہ حسنی ندویؒ	۱۶
محاسن اسلام		
اسلام کا نظام نظافت و طہارت	محمود حسن حسنی ندوی	۱۹
ایک مطالعہ		
مولانا آزادؒ اور ان کی تفسیر	خالد فیصل ندوی	۲۱
تعلیم و تربیت		
مدرسین کی امتیازی خوبیاں	ادارہ	۲۵
فقہ و فتاویٰ		
سوال و جواب	مفتی محمد ظفر عالم ندوی	۲۸
عشق و محبت		
مبارک ہو حرم کی خاک پر تجھ کو قدم رکھنا	تاج الدین اشعر رام نگری	۳۰

زیر سرپرستی

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی

(ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ)

مولانا مفتی محمد ظہور ندوی

(نائب ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ)

زیر نگرانی

مولانا سید محمد حمزہ حسنی ندوی

(ناظر عام ندوۃ العلماء لکھنؤ)

مدیر مسئول

شمس الحق ندوی

نائب مدیر

محمود حسن حسنی ندوی

مجلس مشاورت

- مولانا خالد ندوی غازی پوری
- نعیم الرحمٰن صدیقی ندوی

ترسیل زر اور خط و کتابت کا پتہ

Tameer-e-Hayat

Tagore Marg, Badshah Bagh, Lucknow-226007

E-mail: nadwa@sancharnet.in, Ph. (0522) 2740406

مضمون نگار کی رائے سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے

سالانہ زر تعاون -/250	فی شمارہ -/12	ایشیائی، یورپی، افریقی و امریکی ممالک کے لئے -50$ ڈالر

ڈرافٹ منیجر تعمیر حیات کے نام سے بنائیں اور دفتر تعمیر حیات ندوۃ العلماء لکھنؤ کے پتہ پر روانہ کریں۔ چیک سے بھیجی جانے والی رقم صرف All CBS Payable Multicity Cheques روانہ فرمائیں، بصورت دیگر =/30₹ جوڑ کر چیک دیں۔ براہ کرم اس کا خیال رکھیں۔

آپ کے خریداری نمبر کے نیچے اگر کالی لکیر ہے تو سمجھئے کہ آپ کا زر تعاون ختم ہو چکا ہے۔ لہٰذا جلدی زر تعاون ارسال کریں اور منی آرڈر کوپن پر اپنا خریداری نمبر ضرور لکھیں۔ اگر موبائل یا فون نمبر ہو تو اپنے شہر کے کوڈ نمبر کے ساتھ لکھئے۔ (منیجر تعمیر حیات)

پرنٹر پبلشر اطہر حسین نے آزاد پرنٹنگ پریس، نظیر آباد، لکھنؤ سے طبع کرا کے دفتر تعمیر حیات مجلس صحافت و نشریات ٹیگور مارگ، بادشاہ باغ لکھنؤ سے شائع کیا۔

مرد مومن

حسن البناء اوران کی جماعت

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ

☆☆اس کتاب "مذکرات الدعوۃ والداعیۃ" کا مصنف (حسن البناء) ان شخصیتوں میں سے ہے جنہیں دست قدرت بناتا اور سنوارتا ہے، اور خدا کی تربیت اسے پروان چڑھاتی ہے، پھر صحیح وقت اور جگہ پر اس کو کھڑا کردیتی ہے، فکر صالح اور قلب سلیم رکھنے والا جو شخص بھی تعصب سے بلند ہوکر اس کتاب کو پڑھے گا، وہ اس نتیجہ پر پہونچے گا کہ یہ شخص خداداد صلاحیتوں سے مالامال ہے، وہ کسی خاص ماحول یا درسگاہ، تاریخ اور زمانہ یا محنت وکد وکاوش یا مشق وتجربہ کی پیداوار نہیں، بلکہ وہ توفیق الٰہی، حکمت ربانی اور اس دین کے ساتھ اس کی عنایت کی پیداوار ہے، وہ ایسا ہونہار پودا ہے، جس کی نگہداشت کسی بڑے کام اور بڑے امید کے لیے کی جاتی ہے جہاں اس کی بڑی قیمت ہوتی ہے۔

☆☆اللہ تعالیٰ نے اس رجل رشید اور فرزند فرید میں ایسی قوتیں اور صلاحیتیں جمع فرمادی تھیں جو انسانی نفسیات اور علم الاخلاق کے ماہرین اور متعدد نقاد ومورخین کے نزدیک متضاد تھیں، بے مثال وتاباں عقل، اعلیٰ درجہ کی فہم وذکاوت، ابلتا ہوا جوش و ولولہ، ایمان ویقین سے لبریز دل، قوی روحانیت، فصیح وبلیغ زبان، انفرادی زندگی میں غلو وتقشف سے پاک، زہد وقناعت، حوصلہ مندی وعالی ہمتی، جوش وشوق فراواں سے بھرپور دل، بلند پرواز وعقابی روح رکھنے والی ہمت، سحر آفریں دور بیں نگاہ، اپنی دعوت کی روح ومزاج کی حفاظت کا اہتمام، ذاتی معاملات میں حد درجہ تواضع و انکساری اور اقبال کے اس شعر کا مصداق ؂

نگہ بلند، سخن دلنواز، جاں پر سوز
یہی ہے رخت سفر میر کارواں کے لیے

بڑا خوش بیان، بہت محبوب اور ہردل عزیز، ان اعلیٰ اور خداداد صلاحیتوں نے ایک ایسی دینی واجتماعی قیادت کی تشکیل میں ان کی مدد کی جس سے زیادہ موثر وعمیق اور نتیجہ خیز دینی وسیاسی قیادت مدت دراز سے عالم عربی میں وجود میں نہیں آئی تھی، ان صفات نے ایسی دینی واسلامی تحریک پیدا کردی جن سے زیادہ فعال وہمہ گیر تحریک خصوصاً عرب ممالک میں عرصہ سے دیکھنے میں نہیں آئی تھی۔

☆☆یوں تو قدرتی صلاحیتوں سے مالامال یہ داعی جامع کمالات تھا، مگر دو صفتیں اس میں ایسی تھیں جو بہت کم داعیوں، مصلحین اور قائدین میں پائی جاتی ہیں۔

۱- پہلی صفت اپنی دعوت وتحریک سے غیر معمولی شغف اور اس پر کامل اطمینان وانشراح اور اس کے لیے پوری فنائیت اور اپنی ساری صلاحیتوں اور توانائیوں اور وسائل وطاقتوں کے ساتھ میں اس میں ہمہ تن مشغول رہنا۔

۲- دوسری اہم خصوصیت وصفت تربیت ومردم سازی میں ان کی حیرت انگیز کامیابی ہے، انہوں نے ایک نئی نسل تیار کی، وہ پوری قوم کے مربی تھے، وہ ایک علمی، فکری اور اخلاقی مکتب فکر کے بانی تھے۔

☆☆حسن البناء کی طاقت وقوت کا اصل سرچشمہ فطرت سلیم، دل کی پاکیزگی، روح کی بالیدگی، دینی غیرت وحمیت، اسلام کے لیے اضطراب و بے چینی، اس زمانہ کے فاسد ماحول پر ان کی بے چینی اور تشویش، اخلاص و للّٰہیت، عبادت کا ذوق وشوق اور دل کے تارچ کو ذکر ودعاء، توبہ واستغفار اور آہ سحرگاہی کے سلس سے بھرنا تھا۔

☆☆حسن البناء کی دعوت نے جدید نسل کے دلوں میں ایمان کی نئی چنگاری روشن کی، ان کے احساس کمتری وشکست خوردگی کا مقابلہ کیا جس سے بڑھ کر کوئی خطرہ نہیں ہوسکتا، اس دعوت نے نوجوانوں کی بے راہ روی اور ان کی اندرونی کمزوری اور ہوا وہوس کے پیچھے دوڑنے کی ذہنیت کا مقابلہ کیا اور اس کے تن نازک میں جان ڈال دی اور اقبال کے الفاظ میں ع

کبوتر کے تن نازک میں شاہیں کا جگر پیدا

ان کی اس دعوت سے یہ جدید نسل تازہ دم ہوگئی، اس کی رگوں میں تازہ خون دوڑنے لگا، اس نے شجاعت وجواں مردی اور صبر وثبات کا حیرت انگیز مظاہرہ کیا، اس تحریک کے اثرات کو ختم کرنے اور اس کے نقوش کو مٹانے کی کوشش اور اس کے چلانے والوں کو قید وبند اور جلاوطنی کی سزائیں اور رونگٹے کھڑے کرنے والی اذیتیں، وہ بدترین جرم ہے جس کو تاریخ اسلام کبھی معاف نہیں کرسکتی، یہ ایسا المیہ ہے، جس کو عالم اسلام کبھی فراموش نہیں کرسکتا، یہ عالم عربی کیساتھ اتنا بڑا ظلم ہے کہ اس سے بڑھ کر اور کوئی ظلم نہیں ہوسکتا، اس جرم کا کفارہ ملک کے کسی بڑی سے بڑی تعمیری اور سیاسی خدمت سے ادا نہیں کیا جاسکتا، اتنا وحشت ناک جرم ہے کہ اس کی مثال صرف تاتاریوں کی وحشت وبربریت یا قدیم مسیحی دنیا کے دور تعصب میں ملتی ہے۔

[ملاحظہ ہو: حسن البناء- ایک مثالی شخصیت]

اداریہ

معشوق کی بارگاہ میں عاشق کی حاضری

شمس الحق ندوی

تصور میں لائیے ایک سنسان وادی اور جھلسی ہوئی پہاڑیوں کو جہاں نہ آدم نہ آدم زاد، اس ویرانہ کی چلچلاتی دھوپ اور کھانے پانی سے خالی تپتی ہوئی وادی میں ممتا کی ماری ایک ماں اور شیرخوار بچے کو! کوئی اندازہ لگاسکتا ہے کہ اس ماں کے دل پر کیا گزری ہوگی، دیوار کعبہ کے قریب شیرخوار بچہ پیاس سے ایڑیاں رگڑ رہا ہے اور ماں تڑپ تڑپ کر کبھی صفا پر چڑھ کر دیکھتی کہ شاید کوئی قافلہ نظر آجائے اور پانی ملے، پھر دوڑی دوڑی مروہ پر چڑھتی کہ شاید ادھر کوئی قافلہ گزرتا ہوا دکھائی دے دونوں طرف سے آس ٹوٹتی ہے، بھاگی بھاگی بچے کو دیکھنے آتی ہے کہ کس حال میں ہے، اس معصوم کو دیکھ کر پھر بے قراری کے عالم میں صفا ومروہ کے چکر لگاتی ہے، چھ چکر ہوچکے اور امید کی کوئی کرن دکھائی نہیں دیتی، بچہ ہے کہ جاں بلب ہورہا ہے، ساتویں چکر کے بعد بچے کے پاس پہنچتی ہے تو دیکھتی ہے کہ اس کی ایڑیوں کی رگڑ سے رب کریم نے پانی کا چشمہ جاری فرمادیا ہے، جو زم زم کے نام سے مشہور اور اس وقت سے اب تک اس طرح جاری ہے کہ سارے عالم کے مسلمان بھر بھر کرلے جارہے ہیں اور پانی کم نہیں ہوتا، چشمہ جاری ہوا تو قافلے بھی آ آ کر آباد ہونے لگے اور یہ ویرانہ جہاں وحشت کو بھی قدم رکھتے وحشت ہو، آبادی میں تبدیل ہوگیا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام جو اپنے رب کے حکم سے بیوی اور بچے کو اس ویرانہ میں چھوڑ کر چلے گئے تھے جب کافی عرصہ کے بعد واپس آتے ہیں تو اسی بچہ کو جواب جوانی کی عمر کو پہنچ رہا تھا اللہ کے نام پر قربان کردینے کا حکم ہوتا ہے، حضرت ابراہیم علیہ السلام جس طرح اپنے رب کے حکم سے بیوی بچے کو چھوڑ کر چلے گئے تھے، اب اپنے اسی رب کے حکم سے اس کی گردن پر بے تکلف چھری چلادیتے ہیں لیکن رب کریم کو آب وخاک سے بنے ہوئے اپنے بندہ کی یہ ادائے عاشقانہ ایسی پسند آتی ہے کہ بیٹے کی جگہ جنت کا دنبہ ہوتا ہے، چھری چلتی ہے تو جگر گوشہ کی نہیں دنبہ کی گردن کٹتی ہے اور رب کریم فرماتا ہے:

"ہم نے ان کو پکارا کہ اے ابراہیمؑ! تم نے خواب کو سچا کردکھایا، ہم نیکوکاروں کو ایسا ہی بدلا دیا کرتے ہیں، بلاشبہ یہ صریح آزمائش تھی اور ہم نے ایک بڑی قربانی کو ان کا فدیہ دیا اور پیچھے آنے والوں میں ابراہیمؑ کا ذکر خیر باقی چھوڑ دیا"۔

زمین وآسمان نے عشق ومحبت اور رب کے حکم پر اس سرشاری کا منظر کب دیکھا ہوگا۔ پھر انہی باپ بیٹے نے کعبہ کی تعمیر کی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حکم ملا کہ:

"اور لوگوں میں حج کے لیے ندا کردو کہ تمہاری طرف پیدل اور دبلے اونٹوں پر جو دور (دراز) رستوں سے چلے آتے ہوں (سوار ہوکر) چلے آئیں"۔

وہ دن ہے اور آج کا دن ہے کہ دنیا کے گوشہ گوشہ سے بڑی تعداد میں مسلمان رخت سفر باندھ کر اس ادائے عاشقانہ کی یاد تازہ کرتے اور اپنے دلوں کی ویران بستی کو عشق ومحبت میں ڈوب کر آباد کرتے ہیں، آنسوؤں سے اس کو غسل دیتے ہیں اور اس طرح پاک وصاف ہوکر لوٹتے ہیں جیسے آج ماں کے پیٹ سے پیدا ہوئے ہوں۔

کہتے ہیں کہ قیس عشق لیلیٰ میں ایسا کھویا ہوا اور گم رہتا تھا کہ اس کو کسی اور چیز کا احساس نہیں ہوتا تھا، دیوانوں کی سی کیفیت تھی لیلیٰ کی بستی سے آنے والے کتے تک سے پیار کرتا تھا کہ یہ لیلیٰ کی گلیوں سے گزر کر آرہا ہے، لیلیٰ کی بستی میں پہنچ جاتا تو در ودیوار کو پکڑ پکڑ کر چومتا وہاں کی ہر شے میں اس کو لیلیٰ ہی نظر آتی، اس کی یہ فریفتگی آج تک ضرب المثل ہے اور منتہائے عشق بنی ہوئی ہے۔ فرہاد نے شیریں کی خاطر پہاڑ کو کاٹ کر اس کے محل میں نہر جاری کرنے کی کوشش کی اسی اثناء میں اس کو کسی نے شیریں کے انتقال کی فرضی خبر سنائی تو اسے تحقیق کی تاب نہ رہی اور اسی کدال سے اپنا سر پھوڑ کر دم توڑ دیا کہ شیریں نہیں تو زندگی میں مزہ کیا؟ عشق کے یہ دو ایسے قصے ہیں جو برسہا برس سے زبان زد عام وخاص ہیں اور مادی معشوقوں اور مادی عاشقوں کی یہ داستان غم بھلائی نہیں جاتی، جب کوئی دل چوٹ کھاتا ہے تو انہیں سے تشبیہ دے کر اپنے انتہائی رنج وغم کی نشاندہی کرتا ہے، حالانکہ اس سے بہت پہلے سے دنیا یہ دیکھ رہی ہے کہ آب وخاک سے بنی ہوئی ایک چوکور عمارت کی طرف جو در معشوق نہیں بلکہ جلوہ گاہ معشوق ہے مخلوق کس طرح ٹوٹی پڑتی ہے، محبوب وعزیز ترین چیزوں کو چھوڑ کر حتیٰ کہ مال واولاد،

گھربار سب کچھ چھوڑ کر، تج کر، پیدل وسواریوں پر، ہواؤں میں اڑاڑ کر، سمندروں کے سینوں کو چیر چیر کر، بڑے والہانہ اور فریفتگی کے عالم میں ایک دو کی نہیں، سو پچاس اور ہزار کی بھی نہیں بلکہ کئی کئی لاکھ کی تعداد میں روانہ ہوجاتی ہے مرد بھی، عورتیں بھی، بوڑھے بھی جوان بھی، امیر بھی غریب بھی، شاہ بھی گدا بھی، کیسا دیدنی منظر ہوتا ہے جیسے جیسے وہ دیار حبیب کے قریب ہوتے جاتے ہیں ان کی ایک ایک ادا نرالا اور انوکھا روپ اختیار کرتی جاتی ہے، حتی کہ صرف ایک چادر ولنگی میں ملبوس ہوکر محبوب کی بارگاہ میں حاضری کا جو آخری منظر کفن پوشی کا ہوتا ہے وہ منظر پیش کرتے ہیں۔

اسی حالت میں مستانہ وار لبیک اللّٰھم لبیک لا شریک لک لبیک، میں حاضر ہوں حاضر ہوں، اے اللہ میں حاضر ہوں تیرا کوئی شریک نہیں میں حاضر ہوں، کا نعرہ لگاتے ہوئے روتے اور آنسوؤں سے دامن تر کرتے ہوئے نالہ وفریاد کرتے ہوئے دربار عالی میں حاضر ہوتے ہیں۔

عشق مجسم سراپا تصویر درد بنے ہوئے کوئی ادنیٰ تغافل وچھیڑ چھاڑ بھی بار خاطر ہے، خیال یار میں گم ہیں، تڑپ تڑپ اٹھتے ہیں، آنسوؤں کے ساتھ چیخیں بھی بے اختیار نکل پڑتی ہیں۔

محبوب حقیقی مسرور وخوش ہوکر فرشتوں سے فرما رہا ہے ”میرے گھر کے مشتاقوں کو دیکھو میری طرف بکھرے ہوئے بالوں اور غبار آلود جسموں کے ساتھ اس حال میں آئے ہوئے ہیں۔

یہ ہر طرف سے کھنچ کھنچا کر، پہاڑوں کو پھاند کر آجمع ہوئے ہیں گلی کوچوں میں، سڑکوں پر، بازاروں میں خیموں میں محلوں میں بس جہاں دیکھو وہی ہیں، رات ہو کہ دن ہو جب دیکھو اپنے رب کی تجلی گاہ خانہ کعبہ کے گرد چکر لگا رہے ہیں، دوڑ دوڑ کر حجر اسود کو چومتے جا رہے ہے، غلاف کعبہ ہاتھ میں آگیا تو لپٹ لپٹ کر رو رہے ہیں جیسے دامن یار ہاتھ میں آگیا ہو چھوڑنے کا جی نہیں چاہتا چلا اٹھتے ہیں۔

یہ سب ہوہی رہا تھا کہ معشوق ازلی کے چشم دید کا اشارہ پاکر اپنی مجنونانہ شان کے ساتھ نکلے اور بھاگے بھاگے عرفہ پہنچے ابھی دل بھر کر دعا بھی نہ کرنے پائے تھے کہ معشوق نے کسی اور سمت کو ڈھکیلنا اور کھینچنا شروع کیا، عاشق کی سب سے بہترین ادا اور عشق کا مظہر نماز جس کو محبوب سب سے زیادہ پسند کرتا ہے اس کو آج ایک وقت میں دوملا کر پڑھیں گے ظہر وعصر ساتھ ادا ہوں گی اور رخت سفر باندھ لیا جائے گا عین سفر کی حالت میں رات کی تاریکی آگھیرے گی سورج اپنی کرنوں کو سمیٹ کر نماز مغرب کا اعلان کر چکا ہوگا مگر نماز کیوں کر ادا کریں جب کہ منزل پر پہنچے سے قبل کہیں ٹھہرنے کی اجازت نہیں ہے، مغرب عشاء دونوں ساتھ میں ادا ہوں گی جب رات کی سیاہی پوری طرح چھا چکی ہوگی عشاق کے یہ قافلے اپنی منزل پر پہنچیں گے اور محبوب کی یاد میں آنکھوں آنکھوں میں رات کاٹیں گے۔

جس کے دل میں کچھ چوٹ ہو، کوئی زخم لگا ہو، دیوانگی سے کبھی سابقہ پڑا ہو، وہی اس حقیقت کو سمجھ سکتا ہے اور اس کا مزہ لے سکتا ہے۔

ابھی کیا ہو رہا تھا اب کیا ہو رہا ہے اسی صفا مروہ پر جس پہ حضرت ہاجرہ دوڑی تھیں بیتابانہ دوڑ رہے ہیں دوڑ کر گئے صفا پر چڑھے پھر بھاگتے ہوئے مروہ آگئے ایک دو نہیں سات سات چکر اسی عاشقانہ ادا کے ساتھ لگائے جا رہے ہیں پھر دیکھئے منیٰ میں غصہ سے بھرے ہوئے عاشق ومعشوق کے درمیان حائل ہونے والے بہکانے اور وسوسہ ڈالنے والے شیطان کو کس طرح کنکریاں ماری جارہی ہیں اس کو ذلیل ورسوا کیا جارہا ہے تیری مجال کہ تو عشق کی بھڑکتی ہوئی آگ کو اپنے مکروفریب سے بجھاسکے، مستی کا عالم طاری ہے معشوق کا ڈر نہ ہوتا، اس کے ناراض ہونے، حکم کی خلاف ورزی کا خطرہ نہ ہوتا تو کتنے اپنی جان تک کو قربان کردیتے اس مدہوشی کے عالم میں بھی اتنا ہوش ہے کہ ان کے حکم کی خلاف ورزی نہ ہو۔

جذبہ بے تابی کو تسکین دینے کی خاطر اتنی اجازت مل گئی کہ اگر تم جانثاری کا مظاہرہ کرنا چاہتے ہو تو میرے نام پر جانوروں کی گردنوں پر چھری چلاؤ، آن کی آن میں ہزاروں بلکہ لاکھوں کی تعداد میں زمین پر پڑے ہوئے جانور نظر آرہے ہیں، خون کی نہریں جاری ہیں، گردنوں پر چھریاں پھیری جارہی ہیں، کوئی کہہ سکتا ہے کہ چشم فلک نے عشق ومحبت کی ایسی ادا کہیں اور دیکھی ہے، تاریخ نے کوئی ایسا واقعہ ریکارڈ کیا ہے؟ میلے اور بھیڑ بھاڑ کے مناظر تو شاید نظر آئیں گے مگر یہ ادائے عاشقانہ کہاں کسی نے دیکھی ہوگی اور یہ سب کچھ یوں ہی نہیں ہورہا ہے، کوئی ضرور جلوہ گر ہے، ہو نہ ہو کسی کی ادائے دلبرانہ کارفرما ہے۔

یہاں سے فارغ ہوں گے نبی امی محسن انسانیت ﷺ کے در دولت پر حاضری دیں گے جس نے عشق کی یہ آگ لگائی ہے بھانت بھانت کے لوگ ہوں گے کالے گورے عربی، عجمی ہوں گے درود وسلام سے فضا گونج اٹھے گی۔

............بقیہ صفحہ ۱۱ پر)

حقیقت حج

حج وقربانی اور ملت ابراہیمی

علامہ سید سلیمان ندویؒ

حج درحقیقت خدا کے سامنے اس سرزمین میں حاضر ہوکر، جہاں اکثر نبیوں، رسولوں اور برگزیدہ بندوں نے حاضر ہوکر اپنی اطاعت وفرمانبرداری کا اعتراف کیا، اپنی اطاعت وفرمانبرداری کا عہد وقرار ہے اور ان مقامات میں کھڑے ہوکر، اور چل کر خدا کی بارگاہ میں اپنی سیہ کاریوں سے توبہ کرنا اور اپنے روٹھے ہوئے مولیٰ کو منانا ہے تاکہ وہ ہماری طرف پھر رجوع ہو، کہ وہ اپنے تائب گنہگاروں کی طرف رجوع ہونے کے لیے ہروقت تیار ہے، وہ رحم و کرم، لطف وعنایت کا بحر بیکراں ہے۔

یہی سبب ہے کہ شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حج اور عمرہ گناہوں کو اس طرح صاف کر دیتے ہیں جس طرح بھٹی لوہے، سونے اور چاندی کے میل اور کھوٹ کو صاف کردیتی ہے، اور جو مومن اس دن (یعنی عرفہ کے دن) احترام کی حالت میں گزارتا ہے، اس کا سورج جب ڈوبتا ہے تو اس کے گناہوں کو لے کو ڈوبتا ہے۔

صحیح مسلم اور نسائی میں حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ آپؐ نے یہ بشارت دی کہ عرفہ کے دن سے بڑھ کر کوئی دن نہیں جس میں خدا اپنے بندوں کو دوزخ کے عذاب سے آزاد کرتا ہو، وہ اس دن اپنے بندوں سے قریب ہوکر جلوہ گر ہوتا ہے اور اپنے ان بندوں پر فرشتوں کے سامنے فخر کرتا اور کہتا ہے کہ: ”جو انھوں نے مانگا وہ ہم نے قبول کیا“۔ مؤطا امام مالک میں ہے کہ آپ نے یہ خوشخبری سنائی کہ بدر کے دن کے سوا عرفہ کے دن سے زیادہ شیطان کسی دن ذلیل، رسوا اور غضبناک نہیں ہوتا، کیونکہ اس دن وہ دیکھتا ہے کہ خدا کی رحمت برس رہی ہے اور گناہ معاف ہو رہے ہیں، اسی طرح اور بہت سی حدیثیں ہیں، جن میں مخلصانہ حج ادا کرنے والوں کو رحمت اور مغفرت کی نوید سنائی گئی ہے، یہ تمام حدیثیں درحقیقت اسی دعائے ابراہیمی: ”وَاَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا“، (اور ہمارے حج کے دستور ہم کو سوجھا اور ہماری توبہ قبول فرما) کی تفسیریں ہیں۔

ان تمام بشارتوں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حج درحقیقت توبہ اور انابت ہے، اسی لئے احرام باندھنے کے ساتھ ”لبیک اللّٰھم لبیک“ خداوندا! میں حاضر ہوں میں حاضر ہوں“ کا ترانہ دم بدم اس کی زبان سے بلند ہونے لگتا ہے، طواف میں، سعی میں، کوہ صفا پر، کوہ مروہ پر، عرفات میں، مزدلفہ میں، منیٰ میں ہرجگہ جو دعائیں مانگی جاتی ہیں ان کا بڑا حصہ توبہ اور استغفار کا ہوتا ہے، اور اس بنا پر کہ ”التائب من الذنب کمن لاذنب له“ گناہ سے بصدق دل توبہ کرنے والا ایسا ہے جیسا وہ جس کا گناہ نہیں ہے، اس لئے حج مبرور کرنے والوں کے تمام پچھلے گناہ معاف ہوجاتے ہیں۔

گو کہ توبہ سے ہرجگہ گناہ معاف ہوتے ہیں، اس لیے کعبہ اور عرفات کی کچھ تخصیص نہیں لیکن حج کے مشاعر، مقامات اور ارکان اپنے گوناگوں تاثرات کی بنا پر دوسرے فوائد وبرکات کے علاوہ جو یہاں کے سوا اور کہیں نہیں، صدق توبہ کے لئے بہتر سے بہتر موقع پیدا کرتے ہیں ان مقامات کا جو تقدس اور عظمت ایک مسلمان کے قلب میں ہے، اس کا نفسیاتی اثر دل پر بڑا گہرا پڑتا ہے، وہ مقامات جہاں انبیاء علیہم السلام پر برکتوں اور رحمتوں کا نزول اور انوار الٰہی کی بارش ہوئی، وہ ماحول وہ فضا وہ تمام گنہگاروں کا ایک جگہ اکٹھا ہوکر دعا وزاری، فریاد و پکار اور آہ ونالہ، وہ قدم قدم پر نبوی مناظر اور ربانی مشاہد، جہاں خدا اور اس کے برگزیدہ بندوں کے بیسوں ناز ونیاز کے معاملات گزر چکے ہیں، دعا اور اس کے تاثر اور اس کے قبول سے بہترین مواقع

ملت ابراہیمی کی حقیقت یہی اسلام ہے کہ انہوں نے اپنے کو خدا کے ہاتھ میں سونپ دیا، اور اس کے آستانہ پر اپنا سر جھکادیا، یہی اسلام کی حقیقت ہے، اور یہی ابراہیمی ملت ہے اور اسی بار امانت کو اٹھانے کے لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام بار بار خدا سے دعا فرماتے تھے کہ ان کی نسل میں اس بوجھ کو اٹھانے والے ہرزمانہ میں موجود رہیں اور بالآخر ان کی نسل میں وہ امین پیدا ہوا جو اس کی امانت کو لے کر تمام دنیا پر وقف عام کردے۔

یہ رسول محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے، یہ کتاب قرآن پاک تھی، یہ حکمت سینۂ محمدیؐ کا خزانہ علمی وعملی تھا، اور یہ مناسک اسلام کے ارکان حج تھے۔

ہیں، جہاں حضرت آدمؑ و حواؑ نے اپنے گناہوں کی معافی کی دعا کی، جہاں حضرت ابراہیمؑ نے اپنی اور اپنی اولاد کے لئے دعا مانگی، جہاں حضرت ہودؑ اور حضرت صالحؑ نے اپنی قوم کی ہلاکت کے بعد اپنی پناہ ڈھونڈھی، جہاں دوسرے پیغمبروں نے دعائیں کیں، جہاں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہوکر اپنے اور اپنی امت کے لئے دعائیں مانگیں، وہی مقامات، وہی مشاہد، اور دعاؤں کے وہی ارکان، ہم گنہگاروں کی دعا ہے مغفرت کے لیے کس قدر موزوں ہیں کہ پتھر سے پتھر دل بھی، ان حالات اور ان مشاہد کے درمیان موم بننے کے لیے تیار ہوجاتے ہیں اور انسان اس ابر کرم کے چھینٹوں سے سیراب ہوجاتا ہے، جو وقتاً فوقتاً یہاں برگزیدگان الٰہی پر عرش الٰہی سے برستا رہا ہے، اور ہنوز آں ابر رحمت دُرفشاں است۔

انسان کی نفسیات (سائکالوجی) یہ ہے اور روزمرہ کا تجربہ اس کا شاہد ہے کہ وہ اپنی زندگی میں کسی بڑے اور اہم تغیر کے لئے ہمیشہ زندگی کی کسی موڑ اور حد فاصل کی تلاش کرتا ہے، جہاں پہونچ کر اس کی گزشتہ اور آئندہ زندگی کے دو ممتاز حصے پیدا ہوجائیں، اسی لئے لوگ اپنے تغیر کے لئے جاڑا، گرمی یا برسات کا انتظار کرتے ہیں، بہت سے لوگ شادی کے بعد یا صاحب اولاد ہونے کے بعد یا تعلیم سے فراغت کے بعد یا کسی نوکری کے بعد یا کسی بڑی کامیابی یا کسی سے مرید ہوجانے کے بعد بدل جاتے ہیں یا اپنے کو بدل لینے پر قادر ہوجاتے ہیں، کیونکہ یہ ان کی زندگی کے اہم واقعات اور سوانح ان کی اگلی اور پچھلی زندگی میں فصل اور امتیاز کا خط ڈال دیتے ہیں جہاں سے ادھر یا ادھر مڑ جانا ممکن ہوجاتا ہے، حج درحقیقت اسی طرح انسان کی گزشتہ اور آئندہ زندگی کے درمیان ایک حد فاصل کا کام دیتا ہے اور اصلاح اور تغیر کی جانب اپنی زندگی کو پھیر دینے کا موقع بہم پہنچاتا ہے، یہاں سے انسان اپنی پچھلی زندگی جیسی بھی ہو اس کو ختم کرکے نئی زندگی شروع کرتا ہے، ان بابرکت مقاموں پر حاضر اور وہاں کھڑے ہو کر، جہاں جلیل القدر انبیائے کرامؑ اور خاصان الٰہی کھڑے ہوئے خدا کے گھر کے سامنے قبلہ کے روبرو، جو اس کی نمازوں اور عقیدتوں اور مناجاتوں کی غائبانہ سمت ہے، اپنی پچھلی زندگی کی کوتاہیوں پر ندامت اور اپنے گناہوں کا اعتراف اور آئندہ اطاعت و فرمانبرداری کا وعدہ و اقرار وہ اثر پیدا کرتا ہے کہ شر سے خیر کی طرف زندگی کا رخ بدل جاتا ہے اور زندگی کا گزشتہ باب بند ہوکر اس کا دوسرا باب کھل جاتا ہے، بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ وہ اس کے بعد اپنے نئے اعمال کے لئے سرے سے پیدا ہوتا ہے اسی لئے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا: "مَنْ حَجَّ لِلّٰهِ فَلَمْ يَرْفُثْ وَلَمْ يَفْسُقْ رَجَعَ كَيَوْمِ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ" (جس نے خدا کے لیے حج کیا اور اس میں ہوس رانی نہ کی اور نہ گناہ کیا تو وہ ایسا ہوکر لوٹتا ہے جیسے اس دن تھا جس دن اس کی ماں نے اس کو جنا) یعنی ایک نئی زندگی ایک نئی حیات اور نیا دور شروع کرتا ہے، جس میں دین اور دنیا دونوں کی بھلائیاں جمع اور دونوں کی کامیابیاں شامل ہوں گی۔

ملت ابراہیمی کی اصل بنیاد قربانی تھی، اور یہی قربانی حضرت ابراہیمؑ کی پیغمبرانہ اور روحانی زندگی کی اصلی خصوصیت تھی، اور اسی امتحان اور آزمائش میں پورے اترنے کے سبب سے وہ اور ان کی اولاد ہر قسم کی نعمتوں اور برکتوں سے مالامال کی گئی۔

لیکن یہ قربانی کیا تھی؟ یہ محض خون اور گوشت کی قربانی نہ تھی، بلکہ روح اور دل کی قربانی تھی، یہ ماسوی اللہ اور غیر اللہ کی محبت کی قربانی خدا کی راہ میں تھی، یہ اپنے عزیز ترین متاع کو خدا کے سامنے پیش کردینے کی نذر تھی، یہ خدا کی اطاعت، عبودیت اور کامل بندگی کا بے مثال منظر تھا، یہ تسلیم و رضا اور صبر و شکر کا وہ امتحان تھا جس کو پورا کئے بغیر دنیا کی پیشوائی اور آخرت کی نیکی نہیں مل سکتی، یہ باپ کا اپنے اکلوتے بیٹے کے خون سے زمین کو رنگین کردینا نہ تھا، بلکہ خدا کے سامنے اپنے تمام جذبات اور خواہشوں، تمناؤں اور آرزوؤں کی قربانی تھی، اور خدا کے حکم کے سامنے اپنے ہر قسم کے ارادے اور مرضی کو معدوم کردینا تھا، اور جانور کی ظاہری قربانی اس اندرونی نقش کا ظاہری عکس، اور اس خورشید حقیقت کا ظل مجاز تھا۔

اسلام سراپا ایثار و قربانی ہے

اسلام کے لفظی معنی اپنے کو دوسرے کے سپرد کردینا اور اطاعت اور بندگی کے لئے گردن جھکا دینا ہے اور یہی وہ حقیقت ہے جو حضرت ابراہیم اور اسمٰعیل علیہما السلام کے اس ایثار و قربانی سے ظاہری ہوتی ہے، یہی سبب ہے کہ ان باپ بیٹوں کی اطاعت اور فرمانبرداری کے جذبہ کو صحیفۂ محمدی میں اسلام کے لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے فرمایا:

جب ابراہیم اور اسماعیل اسلام لائے (یا فرمانبرداری کی یا اپنے کو خدا کے سپرد کردیا) اور ابراہیم نے اپنے بیٹے (اسماعیل) کو پیشانی کے بل زمین پر لٹایا"۔

("اور کون ابراہیم کی ملت کو پسند نہ کرے گا لیکن وہ جو خود بیوقوف بنے، ہم نے اس کو دنیا میں مقبول کیا، اور وہ آخرت میں بھی نیکوں میں سے ہوگا، جب اس کے رب نے اس سے کہا کہ اسلام لا (یا فرمانبرداری کر یا اپنے کو سپرد کردے) تو اس نے کہا میں نے پروردگار عالم کی فرمانبرداری کی (یا اپنے کو اس کے سپرد کردیا)۔

الغرض ملت ابراہیمی کی حقیقت یہی اسلام ہے کہ انھوں نے اپنے کو خدا کے ہاتھ میں سونپ دیا، اور اس کے آستانہ پر اپنا سر جھکا دیا، یہی اسلام کی حقیقت ہے، اور یہی ابراہیمی ملت ہے اور اسی بار امانت کو اٹھانے کے لیے حضرت ابراہیمؑ بار بار خدا سے دعا فرماتے تھے کہ ان کی نسل میں اس بوجھ کو اٹھانے والے ہر زمانہ میں موجود رہیں اور بالآخر ان کی نسل میں وہ امین پیدا ہو جو اس کی امانت کو لے کر تمام دنیا پر وقف عام کردے، چنانچہ دعا فرمائی تو یہ فرمائی:

﴿رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَا أُمَّةً مُسْلِمَةً لَكَ وَأَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا، إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ، رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ﴾.

(ہمارے پروردگار ہم کو مسلمان یا اپنا فرمانبردار بنا اور ہماری نسل سے ایک مسلمان یا اپنی فرمانبردار جماعت بنا، اور ہم کو مناسک (حج کے دستور) بتا، اور ہم کو معاف کردے، بے شک تو معاف کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے، ہمارے پروردگار! اس میں اپنا ایک رسول بھیج جو تیری آیتیں ان کو پڑھ کر سنائے اور ان کو کتاب اور حکمت سکھائے اور ان کو پاک اور صاف کرے تو غالب اور حکمت والا ہے)۔

یہ رسول محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے، یہ کتاب قرآن پاک تھی، یہ حکمت سینۂ محمدی کا خزانہ علمی و عملی تھا، اور یہ مناسک اسلام کے ارکانِ حج تھے۔

☆☆☆☆☆

کعبۂ مقصود

خدا کا پہلا گھر

مولانا عبدالماجد دریابادیؒ

"اللہ اکبر! یہ کون سا گھر سامنے ہے؟ نگاہیں کس گھر کی دیواروں کی بلائیں لے رہی ہیں؟ یہی تو وہ گھر ہے جس کی بابت کہا گیا ہے "دنیا کے بت کدہ میں پہلا وہ گھر خدا کا" روئے زمین پر سب سے پہلا عبادت خانہ! صدی دو صدی کی تعمیر نہیں، دو ہزار چار ہزار برس کی عمارت نہیں، دنیا کا سب سے پہلا عبادت خانہ! کون تاریخ اس وقت کا پتہ بتا سکتی ہے؟ کس نسل انسانی کا حافظہ وہ زمانہ یاد رکھ سکتا ہے؟ جس گھر کی بنیادیں خود آدمؑ نے اپنے ہاتھ سے رکھی ہوں، بنی آدم میں کون اس وقت کی یاد اپنے حافظے میں رکھ سکتا ہے؟

اللہ اللہ! اس طویل اور بے حساب مدت میں، اس ناقابل پیمائش عرصے میں کتنے عبادت خانے بنے اور بگڑے، کتنے مندر تعمیر ہوئے اور کھدے، کتنے گرجے آباد ہوئے اور اجڑے، کیسے کیسے انقلابات زمین نے دیکھے اور آسمان نے دکھلائے۔ بلندیاں پست ہوئیں اور پستیاں بلند ہوئیں۔ بابل مٹا، مصر مٹا، چین مٹا، ہندوستان مٹا، ایران مٹا، یونان مٹا، روم مٹا، خدا معلوم کتنے ابھرے اور ابھر کر مٹے، کتنے بڑھے اور بڑھ کر گھٹے، پر ایک عرب کے ریگستان میں خاک اور ریت کے سمندر میں چٹانوں اور پہاڑوں کے وسط میں، وادیوں اور گھاٹیوں کے درمیان یہ سیاہ چوکور گھر، جسے نہ کسی انجینیر نے بنایا نہ کسی مہندس نے، جوں کا توں کھڑا ہوا ہے! صدہا طوفان، ہزارہا انقلابات، بے شمار زلزلے آئے اور گزر گئے اور اس پاک اور پیارے گھر کو نہ کوئی ابرہہ مٹا سکا، نہ کوئی زار نکولس اور نہ کوئی گلیڈ اسٹن! جو اسے مٹانے کو اٹھا وہ خود مٹ گیا اور اللہ کے گھر میں اللہ کی جو عبادت آدمؑ اور حواؑ نے کی تھی وہی آج آدمؑ کے فرزند اور حوا کی بیٹیاں کر رہی ہیں!

"رب السمٰوٰت والارض" کا گھر، بیت اللہ! روئے زمین کے سارے طول و عرض میں کوئی اور گھر بھی، کہیں اور کبھی اس نام سے پکارا گیا؟

دیویوں کے مٹھ کتنے بنائے گئے، دیوتاؤں کے مندر کتنے سجائے گئے، بتوں کی پوجا کے لیے کیسے کیسے کلس دار شوالے سنوارے گئے اور آج بیسویں صدی کے دور جاہلیۃ الاخریٰ میں آرٹ اور سائنس کی دیویوں اور تہذیب و تمدن کے دیوتاؤں کی پوجا کے لیے، کالجوں اور یونی ورسٹیوں اور آرٹ اکیڈیمیوں کے نام سے، کتنے بت کدوں اور صنم خانوں کی اونچی اونچی تعمیریں کہاں اور کس حصہ زمین میں نہیں ہورہی ہیں؟ بے شمار بت ہیں اور بے شمار ہی بت کدے، لیکن وہ جو ایک اکیلا ہے، واحد اور احد ہے، یکتا اور لاشریک لہ ہے ذرا شان توحید کا پرتو دیکھنا اس کا مکان بھی اس عالم آب و گل میں صرف ایک ہے۔ تاریخ کے اوراق الٹ ڈالو، جغرافیہ کی مدد سے اس وسیع و فراخ سطح زمین کا چپہ چپہ چھان ڈالو، بیت اللہ کے نام کی صرف یہی ایک عمارت ملے گی! اور پھر گھر بھی کیسا گھر؟ کس صفت کا گھر؟ "هدى للعالمين" ساری دنیا کے لیے ہدایت رکھنے والا، ہر قوم، ہر ملک، ہر طبقہ، ہر گروہ کو درس ہدایت دینے والا! اس کے انوار، اس کے برکات، اس کے فیوض اور اسی کی ہدایات، کسی ایک زمانے کے لیے، کسی ایک ملک کے لیے مخصوص نہیں، زمان کے قیود اور مکان کے حدود سے آزاد، جب اور جہاں جس کا جی چاہے اس سے فیض حاصل کرے"۔ [سفر حجاز]

☆☆☆☆☆

نشان راہ

دور حاضر کے چیلنج کا مقابلہ

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ

ہم اور آپ سب ایک ہی خاندان کے افراد، ایک ہی کشتی کے سوار اور رفیق سفر ہیں، ناسازگار ماحول اصل میدان ہے، ہم سب ایک ہی جیسے مصائب وآلام کا شکار ہیں، اکثر یہ کہا جاتا ہے کہ ہم برے زمانہ میں پیدا ہوئے، حالات حد درجہ خراب ہیں، مشکلات ہر طرف سے گھیرے ہوئے ہیں، لیکن میں اس کے برخلاف کہتا ہوں کہ ہم بڑے خوش قسمت ہیں، لائق صد مبارکباد ہیں کہ اس زمانہ میں پیدا ہوئے، کیونکہ ہم کو تھوڑی سی محنت وکوشش کے بعد بڑا ثواب اور بڑا مقام مل سکتا ہے، اگر ہم اس زمانہ میں پیدا ہوئے ہوتے کہ جب بڑی بڑی صلاحیتوں کے لوگ پیدا ہوئے تو ہم کس شمار میں آتے؟ اس وقت ان حضرات کی جوتیاں سیدھی کرنا ہمارے لیے ایک باعث فخر ہوتا، میدان عمل اور میدان کارزار میں ہمارا کچھ مقام نہ ہوتا، لیکن اس دور میں کم صلاحیتوں کے باوجود بہت کچھ کر سکتے ہیں، اور حقیقتاً کام کرنے کا لطف بھی ایسے ہی زمانہ میں ہے، کیونکہ جب باد مخالف کے تھپیڑے اور مخالف موجوں کا زور نہ ہو تو کیا لطف ومزہ ہے۔

ایک مثال

مثلاً ایک تیراک اگر ایسے دریا میں تیرے جس کی سطح ساکن ہو، بہاؤ نہ ہو، بلکہ ٹھہراؤ ہو تو اس کو اس میں کوئی لطف نہ آئے گا، نہ کچھ لذت ہی حاصل ہوگی، بلکہ جلد تھک جائے گا، لیکن اگر یہی تیراک ایسے پانی میں تیرے جہاں اسے موجوں سے لڑنے اور بہاؤ کے خلاف تیرنے کا موقع ملے تو لطف بھی اٹھائے گا، اور فرحت بھی محسوس کرے گا۔

پرسکون زندگی

بالکل اسی طرح اگر زندگی پرسکون ہو، کشمکش و خطرات سے پاک ہو تو کیا مزہ؟ اصل مزہ خطرات سے لڑنے، کشمکش سے دوچار ہونے اور مصائب سے مقابلہ کرنے میں ہے، کسی شاعر کا قول ہے ؎

چلا جاتا ہوں ہنستا کھیلتا موج حوادث سے
اگر آسانیاں ہوں زندگی دشوار ہو جائے

اسی پر وحشت شاعر کا شعر یاد آیا کہ ؎

کچھ سمجھ کر ہی ہوا تھا موج دریا کا حریف
ورنہ میں بھی جانتا تھا عافیت ساحل میں ہے

آج دنیا میں کچھ ایسے شہر بھی ہیں جہاں کے لوگوں کو ہر طرح کا سکون واطمینان حاصل ہے، کام بھی ان کو صرف پانچ گھنٹے دن بھر میں کرنا پڑتا ہے، لیکن ان میں خودکشی کی وارداتیں سب سے زیادہ ہوتی ہیں، خدا کا شکر واحسان ہے کہ اس نے ہمیں یہ ملک عطا کیا اور پھر یہ زمانہ دیا۔

عبقری لوگوں کی کمی

آپ کو معلوم ہوگا کہ وہ مقامات جہاں موسموں کا اعتدال پایا جاتا ہے، وہاں جینئس قسم کے لوگ کم ہی پیدا ہوئے ہیں، عام طور پر قوت ارادی اور قوت عمل کم ہوتی ہے، دوسری طرف عام طور پر یہ دیکھا جاتا ہے کہ وہ لوگ جو آسمان دنیا پر تابندہ ستارہ بن کر چمکے، اور جنھوں نے غیر فانی نقش چھوڑے ہیں، وہ عام طور سے غریب لوگ تھے، اور غریب گھرانوں کے پروردہ تھے، یورپ سے لے کر ایشیا تک یہی ہے، اب اس بات کو محسوس کیا جا رہا ہے اور اس پر بڑی تحقیق ہو رہی ہے کہ اب ایسے جینئس انسان کیوں پیدا نہیں ہو رہے ہیں؟ اس کی وجہ بھی یہی ہے کہ زندگی اتنی آسان ہو گئی ہے کہ قوت ارادہ اور قوت عمل کمزور ہوتی جا رہی ہے۔

دولت آفرینی کے جنون سے کوئی جگہ خالی نہیں، ہر جگہ دولت پرستی، دولت آفرینی اور مادیت کا جنون شباب پر ہے، ان حالات میں ضروری ہے کہ ہم مسلمان ہوں، ہم میں خدا سے تعلق پیدا کرنے کی تڑپ ہو، وہ تڑپ جو ہم سے پہلے مسلمانوں کو دیوانہ وار پھرایا کرتی تھی، اب ہم میں وہ تڑپ نہیں، مثلاً کھانے کی لذت کھانے میں نہیں بلکہ آپ میں قوت ذائقہ ہو، وہ اشتہا جو چاہیے، اگر اشتہا نہ ہو کسی کھانے میں کچھ فرق نہیں، ہمارے اندر جو چیز کم ہے، وہ اشتہا ہے، اگر اشتہا پھر جاگ اٹھے تو ہم ویسے ہی دیوانہ وار گھومیں.

تعلیم ہی کو لے لیجیے، پہلے تعلیم کس طرح حاصل کی جاتی تھی؟ کتابوں کا ملنا دشوار تھا، چراغ مشکل سے دستیاب ہوتے تھے، اساتذہ کی تلاش میں جگہ جگہ کی خاک چھاننی پڑتی تھی، ایک کتاب کو دس دس حصوں میں تقسیم کرکے پڑھایا جاتا تھا، علماء نان بائیوں کی دکان پر جا کر صرف خوشبو سونگھ کر اپنی بھوک پر قابو پایا کرتے تھے، اور پھر جینئس علماء وجود

میں آتے تھے، اب تعلیم سہل تر ہو گئی ہے اور علماء مفقود، اور ہیں بھی تو نہ ہونے کے برابر۔

عزم کی قوت

جس طرح پتھروں کو ٹکرا کر اگر شعلہ پیدا کیا جا سکتا ہے، اسی طرح انسانی عزم بھی مخالف قوتوں سے ٹکرا کر ہی اُبھرتا ہے، یہ زمانہ، یہ ملک، یہ ماحول ماتم کے لیے نہیں، بلکہ مسرت اور شادمانی کا موقع ہے کہ ہم تھوڑا کریں اور بہت پائیں، ہمارے بہت سے ساتھی یہ سوچتے ہیں کہ پاکستان یا کسی عرب ملک چلے جائیں، یہ بڑی نادانی ہے، ہمیں اپنے زور بازو پر بھروسہ کرنا چاہیے، کیونکہ زندگی استحقاق کا نام ہے، عجز وعاجزی کا نام نہیں۔

ہندوستان میں تین باتوں کی اشد ضرورت

اس وقت ہندوستان میں تین باتوں کی اشد ضرورت ہے، اور یہی ایسی ضرورت ہے جس کو انجام دے کر ہم خدا اور رسول کی خوشنودی حاصل کرکے کامیابی وکامرانی سے ہمکنار ہو سکتے ہیں:

۱- مسلمانوں میں دینی احساس وشعور پیدا کرنا اور خدا سے ان کے تعلق کو جوڑنا، یہی اصل بنیاد ہے، اور یہ اس فیصلہ کے ساتھ کیا جائے کہ ہم کو اسلام پر مرنا اور جینا ہے، ہم کوئی بھی کام کریں، تعلیمی ہو یا اقتصادی، مسلمان ہونے کے احساس اور مسلمان رہنے کے فیصلہ کے ساتھ کریں۔

دولت آفرینی کے جنون سے کوئی جگہ خالی نہیں، ہر جگہ دولت پرستی، دولت آفرینی اور مادیت کا جنون شباب پر ہے، ان حالات میں ضروری ہے کہ ہم مسلمان ہوں، ہم میں خدا سے تعلق پیدا کرنے کی تڑپ ہو، وہ تڑپ جو ہم سے پہلے مسلمانوں کو دیوانہ وار پھرایا کرتی تھی، اب ہم میں وہ تڑپ نہیں، مثلاً کھانے کی لذت کھانے میں نہیں بلکہ آپ میں قوت ذائقہ ہو، وہ اشتہا جو چاہیے، اگر اشتہا نہ ہو کسی کھانے میں کچھ فرق نہیں، ہمارے اندر جو چیز کم ہے، وہ اشتہا ہے، اگر اشتہا پھر جاگ اٹھے تو ہم ویسے ہی دیوانہ وار گھومیں۔

۲- دوسرا مسئلہ مسلمانوں کی تعلیم کا ہے، یہ بڑا اہم ہے، اگر مسلمانوں نے اپنی دینی تعلیم کو اپنے اندر برقرار نہ رکھا، تو موجودہ نظام تعلیم مسلمانوں کو علم و ہدایت سے محروم کر دے گا، اور ہمارے ہاتھوں ہماری مسلم نسل مفقود ہو جائے گی، موجودہ نظام تعلیم خالص برہمنی اور مادیانہ ہے، اس کو پڑھ کر ان بچوں کا کیا ذہن بنے گا جو مستقبل کے رہبر بننے والے ہیں؟ رائے عامہ بہت بڑی طاقت ہے، ہمیں اس کے خلاف احتجاج کرنا ہے، ہندوستان میں اسلام کو باقی رکھنے کے لیے ابتدائی مکاتب اور پرائمری مکاتب کا جال بچھانا ہوگا، دینی تعلیمی کانفرنس اس سلسلہ میں خاص اہمیت رکھتی ہے۔

۳- تیسرا مسئلہ ہماری فکری و ذہنی تربیت کا ہے، صالح انسانوں سے رابطہ پیدا کرکے بزرگان دین کی مصاحبت سے فکری وذہنی تربیت حاصل کرنا ضروری ہے، اس تربیت کے اثرات فوری نہیں ہوتے، مثلاً جب زمین میں بیج ڈالا جاتا ہے تو ابتدائی مراحل میں اس کے کچھ اثرات نہیں ملتے، لیکن بعد میں وہی ایک تناور درخت کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔

☆☆☆☆☆

مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ
کے علمی وروحانی تحفے

☆ **اسلام ور علم**
صفحات:۱۳۶ قیمت:۸۰/روپے

☆ **علماء کا مقام اور ان کی ذمہ داریاں**
صفحات:۱۹۲ قیمت:۱۱۰/روپے

☆ **مدارس اسلامیہ اہمیت وضرورت اور مقاصد**
صفحات:۲۰۰ قیمت:۱۲۰/روپے

☆ **نظام تعلیم-مغربی رجحانات اور اس میں تبدیلی کی ضرورت**
صفحات:۱۰۴ قیمت:۶۰/روپے

☆ **طالبان علوم نبوت کا مقام اور ان کی ذمہ داریاں (حصہ اول)**
صفحات:۲۲۸ قیمت:۱۴۰/روپے

☆ **طالبان علوم نبوت کا مقام اور ان کی ذمہ داریاں (حصہ دوم)**
صفحات:۱۶۰ قیمت:۱۰۰/روپے

ناشر: سید احمد شہید اکیڈمی
دار عرفات، تکیہ کلاں، رائے بریلی، یوپی (موبائل 9918818558)
یہ کتابیں لکھنؤ کے سبھی مکتبوں میں دستیاب ھیں

جذب دروں

حج بیت اللہ کا مقصد اور پیغام

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی

حج کا زمانہ ایمان ویقین کی اعلیٰ یادگار کا زمانہ ہے، وہ ایمان والوں کے لئے بڑا سبق ہے کہ وہ اپنی جان ومال کی خواہش کو اپنے رب کی رضا طلبی میں کس طرح دبائیں اور اپنے رب کی اطاعت میں اپنی راحت اور اپنی خواہش کو کس طرح قابو کریں، اس کی اعلیٰ مثال اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ کی قربانیوں کے واقعات کی صورت میں بیان کی ہے، یہ یادگار اس عمل کی ہے جو حضرت ابراہیمؑ نے آخری درجہ کی قربانیاں دے کر تاریخ میں مثال قائم کردی، اللہ کیلئے انہوں نے مختلف انداز کی تین زبردست قربانیاں دیں جس کی نظیر پوری انسانی تاریخ میں نہیں ملتی، پہلی قربانی تو انہوں نے اس وقت دی جب انہوں نے اپنی بت پرست قوم کو توحید کی طرف بلایا، ان کی قوم حتیٰ کہ باپ نے بھی سخت رویہ اختیار کیا، اور سختی کے طریقہ اختیار کئے، انہوں نے تکلیفیں برداشت کیں اور جب وہ اپنی توحید کی دعوت پر قائم رہے تو انہیں دہکتی ہوئی آگ میں جھونک دینے کا فیصلہ کیا انہوں نے اس کو بھی قبول کیا لیکن اپنی دعوت توحید سے نہیں ہٹے، آگ میں جلنے کیلئے بھی تیار ہوگئے، اللہ نے ان کی ہمت اور قربانی ان کو جلنے سے بچالیا اور وہ اس طرح کہ اس قادر مطلق نے آگ کو روک دیا اور وہ جلنے سے محفوظ رہے لیکن جلنے کیلئے تیار ہو کر آگ میں داخل ہونے تک کی قربانی دیدی۔

پھر کچھ مدت بعد اللہ نے ان کے ایمان اور طاعت الٰہی کا دوسرا امتحان لیا اور وہ اس طرح کہ جب ان کی بڑی عمر اور انتظار کے بعد بچہ پیدا ہوا، بہت خوبصورت پیارا بچہ جو اپنی والدین کی آنکھوں کی ٹھنڈک تھا اللہ کی طرف سے حکم ہوا کہ اس بچہ کو اور اس کی ماں کو ایسی جگہ چھوڑ آئیں جہاں نہ پانی ہے نہ کھانا، نہ سبزہ ہے نہ درخت، نہ آدم ہے نہ آدم زاد، وہ اس کے لئے بھی تیار ہوگئے اور جتنی زادراہ اور غذا لے جاسکتے تھے اس کو ساتھ لیا اور اپنی بیوی اور ان سے پیدا ہوئے شیر خوار بچہ کو لیجا کر مکہ کی بے آب وگیاہ اور غیر آباد وادی میں چھوڑ دیا، جب واپس جانے لگے ان کی اہلیہ بچہ کی ماں حضرت ہاجرہ نے پوچھا: آپ ہم کو یہاں کس کے بھروسہ چھوڑے جارہے ہیں؟ انہوں نے کہا: اللہ کا یہی حکم ہے میں اس کے بھروسہ پر تمہیں یہاں چھوڑ کر جارہا ہوں۔ اس طرح انہوں نے بیوی اور بچہ کو خطرہ میں ڈال کر چلے آنے کی قربانی بھی ادا کردی اور اللہ کے حکم پر بیوی کو اور بیٹے کو ایسے حال میں لیجا کر چھوڑ دیا کہ بظاہر وہاں زندہ رہنا مشکل تھا اور چھوڑ کر واپس آگئے، ساتھ میں جو کھانا پانی تھا وہ ان کی بیوی اور بچہ کے لئے چند دن کام آیا، پھر جب زادراہ ختم ہوگئی، پانی بھی نہ رہا اور بچہ جاں بلب ہوگیا تو حضرت ہاجرہ پانی کی تلاش میں قریب کی پہاڑیوں صفا ومروہ پر چڑھ چڑھ کر دیکھتی تھیں کہ کہیں پانی نظر آئے، لیکن وہاں پانی کہاں تھا جو نظر آتا، بس اللہ کو ان کا امتحان مقصود تھا اور وہ امتحان دے کر کامیابی حاصل کر چکے تھے اس لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے مدد آئی، حضرت جبرئیلؑ کو حکم ہوا انہوں نے بچہ کی ایڑیوں کے پاس آکر ایک چشمہ جاری کردیا جو زمزم کہلایا، اس طرح سے اللہ نے ان کے زندہ رہنے کا انتظام کردیا، ان ہی دنوں میں یمن کا ایک قافلہ وہاں قریب سے گذر رہا تھا وہ بھی پانی کی تلاش میں تھا کچھ افراد نے پرندوں کو اڑتے ہوئے دیکھ کر اندازہ لگایا کہ یہاں پانی ہوسکتا ہے، لہذا پانی کی تلاش میں وہ ادھر آنکلے اور حضرت ہاجرہ سے اجازت طلب کرکے وہیں سکونت پذیر ہوگئے، پھر بعد میں جب حضرت اسماعیلؑ بڑے ہوئے تو اسی قبیلہ جرہم کی ایک خاتون سے ان کی شادی ہوئی، اور اس طرح یہاں تھوڑی آبادی ہوگئی۔ اور ان لوگوں کیلئے اللہ کی طرف سے کھانے پینے کے کچھ ذرائع ہوگئے، انتظام ہوگیا پانی زمزم سے ملتا تھا اور کھانے کے لیے جو غذا ہوسکتی تھی وہ دستیاب ہوجاتی تھی، بیوی اور شیر خوار بچہ کو اس بے آب وگیاہ صحراء میں چھوڑنے کے بعد دوسرے سال حضرت ابراہیمؑ دریافت حال کے لیے آئے کہ دیکھیں دونوں کا کیا حال ہے؟ دیکھا تو زندہ ہیں، خوش ہوئے اور کچھ کچھ مدت بعد آتے اور دونوں کی خیریت معلوم کرکے اطمینان کرتے تھے کہ بچہ اور ماں دونوں محفوظ ہیں اور کچھ آبادی بھی ہوگئی ہے۔

آہستہ آہستہ حضرت اسماعیلؑ بڑے ہوئے اور اچھے اور سعادت مند نوجوان بنے، اپنے والدین کی خدمت اور ان کی تابعداری اور فرمانبرداری میں لگے رہتے، جب والدین اپنے اس لائق بیٹے کو دیکھتے کہ خوبصورت اور سعادت مند وفرمانبردار لڑکا ہے تو ان کی محبتوں میں اضافہ ہوتا اچانک ایک مرتبہ خواب میں دیکھا کہ اپنے بیٹے کو ذبح کر رہے

ہیں ایک بار دو بار اور تیسری بار بھی دیکھا، وہ جانتے تھے کہ نبی کا خواب سچا ہوتا ہے لہذا اس کو اللہ کا حکم سمجھا اور اپنے دل کو اس حکم پر عمل کرنے کے لیے تیار کرلیا، انہوں نے اپنے بیٹے کو یہ خواب جس کو حکم سمجھا بتایا نیک اور فرمانبردار بیٹا خدائی حکم سمجھ کر اس قربانی کے لئے تیار ہوگیا اور کہا: ابا جان! آپ کو جو حکم دیا گیا آپ اس کی تعمیل کیجئے میں تیار ہوں۔

حضرت ابراہیمؑ ان کو لے کر گئے اور منیٰ میں ایک جگہ ان کو لٹا کر ذبح کرنے لگے، اللہ نے باپ بیٹے کی تابعداری دیکھ کر اتنے کو کافی قرار دیا اور حضرت جبرئیلؑ کو حکم دیا وہ ایک مینڈھا لے کر پہونچے اور حضرت اسماعیلؑ کو ہٹا کر مینڈھا رکھ دیا اس طرح حضرت اسماعیلؑ کے بجائے اس مینڈھے کی قربانی ہوگئی اور حضرت اسماعیلؑ بچالیے گئے، انہوں نے اپنے دل اور ارادہ کے لحاظ سے قربانی پوری کردی اور اللہ کو امتحان صرف لینا تھا وہ اس میں کامیاب رہے، اور اللہ کو ان کی یہ قربانیاں ایسی پسند آئیں کہ ان کی قربانی کو یادگار بنادیا۔

یہ تھیں حضرت ابراہیمؑ کی اللہ کیلئے آخری درجہ کی تین قربانیاں، آگ میں جانا قبول کیا، اپنی بیوی بچہ کو اللہ کے حکم سے صحراء میں چھوڑ آئے، تیسرے اپنے بیٹے کو اللہ کے حکم پر ذبح کیلئے پیش کردیا، اس کے نتیجہ میں اللہ کی طرف سے ان کی ان قربانیوں کو یادگار بنادیا گیا کہ قیامت تک اس کی ظاہری طور پر نقل کی جاتی رہے چنانچہ حاجی ان کی نقل کرتا ہے، کعبہ کا طواف قربانی وسعی کرکے حضرت ابراہیمؑ کی سنت کو زندہ کرتا ہے اور کعبہ وہ عمارت ہے جس کو اللہ نے حضرت آدمؑ کو زمین پر بھیجنے کے ساتھ مکہ کی زمین پر قائم کیا تھا جو بعد میں مرور زمانہ سے زمین میں پوشیدہ ہوگیا پھر اسی کی بنیاد پر اللہ کے حکم سے حضرت ابراہیمؑ نے اپنے بیٹے حضرت اسماعیلؑ کے ساتھ مل کر اس کی تعمیر کی، اور اللہ نے اپنا یہ فیصلہ ظاہر فرمایا کہ ہم اس جگہ کو دنیا کی مرکزی جگہ بنائیں گے، اور یہاں رہنے والوں کو ہم ہر طرح کے پھل اور میوے دیں گے، لوگ یہاں پیدل آئیں گے سوار آئیں گے فوج درفوج آئیں گے، دنیا کے کونوں کونوں سے آئیں گے اور پھر اللہ تعالیٰ کا فیصلہ نافذ ہوا کہ اس وقت سے برابر حاجی دنیا بھر سے وہاں تکلیفیں اٹھا کر آتے ہیں، اپنی خواہشات کو قربان کرکے اللہ کی رضا کو حاصل کرتے ہیں اور تلبیہ کے ذریعہ یہ اعلان کرتے ہیں کہ اے اللہ ہم حاضر ہیں اے اللہ ہم حاضر ہیں، تو وحدہ لاشریک ہے۔

یہ ہے حج کا فریضہ، اللہ تعالیٰ کے ایک مطیع و فرمانبردار بندے اور برگزیدہ پیغمبر حضرت ابراہیمؑ کی اطاعت وعبادت کی یادگار، لہذا ہر مسلمان کو یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ حج حضرت ابراہیمؑ کی قربانیوں کی یادگار ہے، یہ قربانیاں آخری درجہ کی تھیں اور اللہ کی رضا طلبی کے لیے دی گئی تھیں، انہوں نے اپنے دل وجان سے قربانی دی، لہذا اس بات کو سمجھنا چاہئے اور عید الاضحیٰ کے موقع پر اپنے ذہن وقلب میں اس کو لانا چاہئے اور قربانی کا یہ سبق یاد کرکے اپنے آپ کو اللہ کی رضا کی خاطر اپنی جان و مال کو اللہ رب العالمین کی پسند کے لیے قربان کرنے کا جذبہ رکھنا چاہئے، اسی طرح حج کی عبادت اپنے نفس کی قربانی، خواہشات کی قربانی، جان ومال کی قربانی کی یادگار ہے جو ہر سال مکہ میں ظاہری شکل میں عمل میں لائی جاتی ہے، اس سے دین و ایمان میں ترقی ہوتی ہے، اس کا مقصود اللہ کی رضا حاصل کرنا ہے یہی حج کا مقصد ہے یہی حج کا پیغام ہے، اور اللہ نے یہ صرف استطاعت والوں پر فرض کیا ہے جس کے پاس بدنی ومالی طاقت ہو اسی کیلئے ضروری ہے باقی حضرات اپنی زندگی میں اپنے رب کے لیے جان ومال کی قربانی کا جذبہ ظاہر کرنے کی کوشش کرتے رہیں تاکہ یہ سنت ابراہیمی سب کے دلوں میں زندہ رہے۔

☆☆☆☆☆

(بقیہ اداریہ......ادب سے سلام ہوگا، ہونٹوں میں حرکت اور آنکھوں سے آنسو جاری ہوں گے، عشق ومستی کا عجیب عالم ہوگا بہ زبان حال کہہ رہے ہوں گے ؎

یہ دل کی جلن آنکھوں کی نمی صدقہ میں تمہارے ہم کو ملی
کیا نعمت عظمیٰ ہاتھ لگی سرکار دوعالم صل علیٰ

یہ ہیں حاجیوں کی وہ ادائیں جن کو سن کر اور پڑھ کر حج کا شوق ہوتا ہے اور ہر بندۂ مومن اس کے اشتیاق میں بہ زبان حال کہہ دیتا ہے ؎

دل کو یہ آرزو ہے صبا کوئے یار میں
ہمراہ تیرے پہنچے اڑ کر غبار میں

☆☆☆☆☆

عالم اسلام

امام حسن البناء اور تحریک اخوان المسلمین

دار ورسن کی مسلسل آزمائش

”اگر آسانیاں ہوں زندگی دشوار ہو جائے“

مولانا نذر الحفیظ ندوی ازہری

قارئین ”تعمیر حیات“ کی خاصی تعداد ”اخوان المسلمین“ کی تاریخ، ان کی دعوتی، تربیتی سرگرمیوں کے نتیجہ میں تیار بے شمار افراد، مشرق وسطیٰ کے چپہ چپہ پران کے غیر معمولی اثرات سے واقف ہے، لیکن ہمارے قارئین کی ایک تعداد (نئی نسل) ایسی بھی ہے جو اس جماعت کے بانی کی جینیس شخصیت، جدید تعلیم یافتہ نسل پران کے غیر معمولی اثرات اور کارناموں سے پوری طرح واقف نہیں، ان کی معلومات کا دائرہ موجودہ میڈیا اور مغربی خبررساں ایجنسیوں کی فراہم کردہ ناقص خبروں تک محدود ہے، اسی طرح ۱۹۵۲ء سے لے کر ۲۰۱۱ء تک مسلسل ہنگامی حالات اور فوجی استبداد کے بعد جمہوری طرز پر منعقد انتخابات کے نتیجہ میں ایک جمہوری حکومت کے قیام، پھر صرف ایک سال کے اندر محمد حسنی مبارک کے دور کے وزراء و حکام، تجار و قضاۃ، شہری زندگی کے تمام شعبوں پر حاوی فوج اور پولیس نیز لبرل اور ملحد و بے دین عناصر نے کس طرح غنڈہ گردی، رہزنی اور سی آئی اے اور موساد کے ایجنٹوں کے تعاون سے مصری فوج کے سربراہ سیسی نے حکومت کا تختہ پلٹ دیا اور جمہوری طور پر صاف شفاف انتخابات کے ذریعہ قائم حکومت کے صدر محمد مرسی کو قید و بند میں ڈال دیا، پھر جب پرامن مظاہرین نے لاکھوں کی تعداد میں جمع ہو کر صدر مرسی کی بحالی کا مطالبہ کیا تو انتہائی سفاکی اور درندگی کا معاملہ کرتے ہوئے چھ ہزار سے زائد بے گناہ مردوں، خواتین حتی کہ معصوم بچوں کو بھی قتل کر دیا گیا، پچاس ہزار سے زائد زخمی ہو گئے، بلڈوزروں سے انکو کچلا گیا، مسجدوں کو جلایا گیا، ان سے متصل ہسپتال، اس میں موجود دواؤں کے اسٹور حتیٰ کہ مریضوں کو جلانے کی پوری کوشش کی گئی، برطانوی و امریکی میڈیا کا کہنا ہے کہ اس طرح کے ہولناک واقعات ان نامہ نگاروں نے بھی اپنی زندگی میں نہیں دیکھے جو جنگی واقعات کی نامہ نگاری کرتے ہیں، لیکن ہندوستانی میڈیا حتیٰ کہ اردو میڈیا مصری حکومت کے جھوٹے بیانات ہی کو جگہ دیتا رہا، یہ تاثر بھی مسلسل دیا جاتا رہا کہ مظاہرین اسلحے سے لیس ہیں اور امریکہ کی پشت پناہی میں ایسا کیا جا رہا ہے۔

ہم یہاں انتہائی اختصار سے ”اخوان المسلمین“ کے بانی حسن البناء اور ان کی طاقتور تحریک کے عالم عربی پر غیر معمولی اثرات کا جائزہ پیش کرنا چاہتے ہیں تاکہ ہماری نئی نسل اس سے واقف ہو سکے جو حضرات تفصیل سے اخوان کے حالات معلوم کرنا چاہتے ہیں وہ مصری مصنف شوقی ذکی کی مرتب کردہ کتاب ”اخوان المسلمین“ کا مطالعہ کریں جس کا ترجمہ ڈاکٹر سید رضوان علی ندوی نے اردو میں کیا ہے، انہیں کے قلم سے ایک فاضلانہ پر از معلومات مقدمہ بھی ہے، جو ان کے ذاتی تجربات اور مشاہدات اور اخوانی قیادت کے اہم ارکان سے ذاتی تعلقات پر مبنی ہے، اس کے علاوہ مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ کے مضمون، ”حسن البناء - ایک مثالی شخصیت“ کا مطالعہ مفید ہوگا۔

حسن البناء ایک دیندار، علمی گھرانے میں ۱۹۰۶ء میں اسماعیلیہ شہر کے قریبی علاقہ محمودیہ میں پیدا ہوئے، ان کے والد احمد عبدالرحمٰن ممتاز عالم، محدث اور متعدد احادیث کے مجموعوں کے محقق تھے، سن بلوغت سے پہلے ہی سے حسن البناء کو عبادت کا بڑا شوق تھا، وہ رجب، شعبان اور رمضان کے روزے پابندی سے رکھتے تھے، بچپن ہی سے دعوتی اور اصلاحی کاموں سے دلچسپی لیتے تھے، دینی تعلیم کے ساتھ عصری تعلیم کے تمام مراحل امتیازی نمبروں سے پاس کر کے مختلف مقامات پر تدریس کے ساتھ دعوت کا کام بھی کرتے تھے، ۱۹۲۸ء میں حسن البناء نے تحریک اخوان کی بنیاد ڈالی، بہت جلد یہ تحریک پورے ملک میں پھیل گئی، اس لیے کہ اس نے مصریوں کی اخلاقی زندگی پر بڑا اثر ڈالا، حسن البناء نے صنعت و تنظیم کی طرف توجہ کی اور اپنے رفقاء کے تعاون سے صنعت و تجارت کے میدان میں قدم رکھا، ۱۹۳۹ء میں اخوان نے چار ہزار مصری پونڈ کے سرمایہ سے ایک اسلامی کمپنی قائم کی، جس میں اخوانیوں نے حصہ لیا، اس کی مقبولیت کو دیکھ کر اس کا سرمایہ بیس ہزار پونڈ کر دیا گیا، اس کمپنی نے ٹرانسپورٹ کی سروس قائم کی، پیتل کی ایک بہت بڑی فیکٹری قائم کی جو گیس چولھے اور اس کے پرزے بناتی تھی، اس کمپنی کی مصنوعات نے نہ صرف ملک کے اندر بلکہ تمام عرب ممالک میں مقبولیت حاصل کر لی، دوسری کمپنی ۱۹۴۷ء میں عربی کان کنی کمپنی کے نام سے سات ہزار پونڈ کے سرمایہ سے قائم کی گئی، بعد میں دونوں کمپنیوں کو ایک دوسرے میں ضم کر کے دس فیکٹریاں قائم کی گئیں، یہ فیکٹریاں سیمنٹ، پتھر، سنگ مرمر کے تراشنے کی مشینیں تیار کرتی تھیں، ۱۹۴۸ء میں اخوان نے ٹکسٹائل ملز قائم کیے جس کی مصنوعات نے نہ صرف مصر بلکہ عالم عربی میں برطانوی اور فرانسیسی کپڑا صنعت کو زبردست نقصان پہونچایا، برطانوی سفیر نے اس کمپنی کے خلاف مصری حکومت میں شکایت کر دی، برطانوی کپڑا صنعت کو غیر معمولی نقصان کی وجہ سے حکومت پر دباؤ ڈال کر کارخانے کو بند کر دیا گیا، اخوانیوں نے میڈیا کے میدانوں میں بھی قدم رکھا، چنانچہ ایک بڑا پریس قائم کر کے متعدد رسالے، اخبارات نکالے گئے، ان میں ایک روزنامہ، دو ہفت روزہ، ایک ماہنامہ نکالے گئے، ان رسائل و اخبارات کے علاوہ ”مجلة الدعوة“، منبر الشرق“ اور ”المسلمون“ بھی شائع ہو کر ذہن سازی میں اپنا کردار ادا کرتے رہے، شعبۂ تصنیف کے ذریعہ بچوں، نوجوانوں اور خواتین کے لیے کتابیں تیار کر کے شائع کی جاتی تھیں، حسن البناء کی شہادت تک مختلف علمی، ادبی، تحقیقی، اور دعوتی و تربیتی موضوع پر دو سو کتابیں تیار کی گئیں، اخوان نے دینی و اخلاقی تربیت کی طرف بھی توجہ کی، عقیدہ کی اصلاح، اخلاق و معاملات کی درستگی، نماز، روزے، حج، زکوٰۃ کی ادائیگی کا غیر معمولی اہتمام کیا جاتا تھا، عام طور پر اخوان سے تعلق رکھنے والے ورع و تقویٰ، زہد و قناعت، اور ایثار و قربانی کی روح کے حامل تھے، ان کی اس پختہ تربیت اور دین سے مخلصانہ تعلق کا اثر تھا کہ ناصر کے دور میں غیر معمولی مظالم کے باوجود وہ ثابت قدم رہے، اخوان سے تعلق رکھنے والے داعیوں اور اس کے ممتاز علماء کو تختۂ دار پر لٹکایا گیا مگر ان کے پائے استقامت میں ذرا بھی لغزش نہیں ہوئی، پھر ان پر انعامات کی بارش ہونے لگی، اعلیٰ مناصب پیش کیے گئے مگر وہ ثابت قدم رہے، یہ ہولناک سلسلہ (مظالم) ۱۹۴۹ء سے اب تک جاری ہے، اور نہیں معلوم کہ اس کی انتہا کب ہوگی اور ”مَتٰی نَصْرُ اللّٰهِ“ کا مژدہ جانفزا کب ملے گا، حسن البناء کی شہادت کے بعد سے اخوان کی یہ تیسری نسل ہے، جو اپنے مرشد کے ساتھ کیے ہوئے عہد پر قائم ہے۔

”رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا“.

مردوں کی طرح اخوان نے خواتین کے لیے بھی نظام تعلیم و تربیت کی طرف توجہ کی، تعلیم بالغان، سوسائٹی میں سماجی اور رفاہی کاموں کی طرف توجہ، بے گھر لوگوں کو مکان مہیا کرنا، طبی مقاصد کے لیے ہسپتال اور ان میں مریضوں کو مفت دوا اور علاج کی سہولتیں فراہم کرنا، عصری و دینی تعلیم حاصل کرنیوالے طلبہ کی نصرت، بیواؤں اور یتیموں کی خبرگیری کے مراکز، ڈاکٹروں اور انجینئروں کی خدمات سے معاشرہ کو فائدہ پہونچانا، عرب ملکوں کے عوام و خواص سے خصوصی تعلق قائم کرنا، غیر مسلموں خصوصاً مصر میں موجود قبطی عیسائیوں سے روابط اور دینی دعوت کو ان تک پہونچانا، عیدین اور قومی مناسبات کے مواقع پر ان سے اجتماعی ملاقات، سرکاری محکموں میں کام کرنے والے افسروں سے روابط، ان کو دینی و تربیتی کاموں میں مدعو کرنا، دیہاتوں میں کسانوں کے حالات سے واقفیت، زراعت میں ان کی مدد، سبزی اور پھلوں کی پیداوار کے لیے انہیں مشورے دینا، غرض کہ زندگی کے مسائل و مشکلات کا سامنا اور انہیں حل کرنا، اور حرفت و صنعت کے میدان میں ضرورت مندوں کی مالی مدد، یہ وہ کام تھے جن سے اخوان نے سخت ترین آزمائشی دور میں بھی غفلت نہیں برتی، اس بنا پر اخوان کی جڑیں مصری معاشرہ میں بہت گہری اور مضبوط و مستحکم ہیں۔

حسن البناء کی شہادت کے بعد جو قیادت سامنے آئی، ان میں سابق چیف جسٹس حسن الہضیبی ہیں جنہوں نے ۱۹۵۱ء سے ۱۹۷۳ء تک زیر زمین جماعت کی قیادت کی، ۱۹۷۳ء سے ۱۹۸۰ء تک استاد عمر التلمسانی نے جیل سے رہائی کے بعد اخوان کی قیادت کی، ان ہی کے دور میں اخوان نے محدود پیمانے پر سرگرمی شروع کی، اس لیے کہ انور السادات کے دور میں اخوانیوں کو پوری آزادی حاصل نہیں تھی، پھر بھی انہوں نے ایک سو چار کمپنیاں اور کارخانے قائم کیے جو اپنے حصہ داروں کو تیس سے چالیس فیصدی منافع دیا کرتی تھیں مگر حسنی مبارک کے دور میں یہ تمام کمپنیاں یہودی سرمایہ داروں کے ہاتھ اونے پونے فروخت کر دی گئیں، تلمسانی کی وفات کے بعد استاذ حامد ابو نصر نے ۱۹۸۶ء سے ۱۹۹۶ء تک اخوان کی قیادت سنبھالی، ان کے نائب مصطفیٰ مشہور رہے جو بعد میں مرشد عام بنائے گئے، مصطفیٰ مشہور نے قاہرہ یونیورسٹی سے مائیکرولوجی میں گریجویشن کیا تھا، حسن البناء کو چھوڑ کر باقی قائدین نے اخوان کے زیر سایہ دینی علوم میں مہارت کے ساتھ اعلیٰ اخلاقی تربیت حاصل کی، اس راقم نے قاہرہ کے زمانہ قیام میں استاذ التلمسانی، مصطفیٰ مشہور اور صالح عشماوی سے

"الدعوہ" کے دفتر میں متعدد بار ملاقات کا شرف حاصل کیا، ان میں سے عمر تلمسانی نے بیس سال اور مصطفیٰ مشہور نے مجموعی طور پر انیس سال قید و بند میں گذارے، یہ ساری مدت مسلسل عذاب میں گذرے، ہماری درخواست اور بڑے اصرار پر اپنے ہاتھ اور پشت کھول کر دکھائے جو شدید ضرب کی وجہ سے سیاہ پڑ گئے تھے، بعض مقامات گوشت کو نوچنے کی وجہ سے سفید ہو گئے تھے، سوال کیے جانے پر "الحمدللہ" کہا اور اس آزمائش پر اللہ تعالیٰ کا دل کی گہرائیوں سے اس طرح شکر ادا کرتے تھے جیسے کوئی لذیذ غذا کھا کر شکریہ ادا کرتا ہے۔

حامد ابو النصر کے دور میں اخوان نے مصری معاشرہ میں دوبارہ اپنے وجود کو پوری طرح تسلیم کرانے کی کامیاب کوشش کی، مختلف پیشہ ورانہ تنظیموں، یونیورسٹی کے تدریسی عملے اور قومی اداروں میں وہ پہلے کی طرح داخل ہوئے، چنانچہ اپریل ۱۹۸۷ء میں اخوانیوں نے دونئی سیاسی پارٹیوں "حزب العمل" اور "حزب الاحرار" کے ساتھ معاہدہ کر کے مصری پارلیمنٹ کے انتخابات میں ۳۶ نشستیں پہلی بار حاصل کرلیں، اس کے نتیجہ میں پارلیمنٹ میں اپوزیشن کی قیادت اخوان کو حاصل ہوگئی۔

۱۹۹۰ء کے عام انتخابات میں حکمراں پارٹی کے ہنگامی قوانین کے تسلسل، منصفانہ اور آزادانہ انتخابات کی گارنٹی نہ ہونے کے موضوع پر مخالف پارٹیوں کے تعاون سے اخوان نے الیکشن کا بائیکاٹ کیا، لیکن لوکل باڈیز کے انتخابات میں انہیں خاصی کامیابی ملی، ۱۹۹۳ء میں حسنی مبارک کے تیسری بار صدارتی منصب کے لیے کھڑے ہونے کی اخوان نے مخالفت کی تو وہ پھر حکومت کے انتقام کا نشانہ بنے، نتیجہ یہ ہوا کہ مختلف الزامات میں اخوان کی پوری قیادت کو جیلوں میں ڈال دیا گیا، ۲۰۱۱ء میں خود مبارک کے لوگوں نے مخالفت کی زبردست مہم چلائی، اس میں ان کے ذاتی مفادات تھے، عوامی مخالفت بھی ظاہر ہونے لگی، اخوان نے محتاط رویہ اختیار کیا، آخر میں ان پر دباؤ ڈالا گیا کہ وہ بھی شریک ہوں، اس موقع پر حمدین صباحی، اور شفیق و برادعی لبرل رجحانات اور استبداد سے چھٹکارا پانے کے نعرے کے ساتھ اخوان دینی و دعوتی عزائم کے ساتھ سامنے آئے، یہی مقاصد آخر تک ان کے پیش نظر رہے، یہاں تک کہ صاف شفاف اور آزادانہ انتخابات نے اپنا فیصلہ سنا دیا، محمد مرسی نے مصر کو خاص طور سے اور عالم اسلام کو عام طور سے مغربی استعمار سے آزادی دلانے کی بھرپور کوشش کی مگران کے ساتھ کیا معاملہ ہوا؟

دیکھا جو تیر کھا کے کمیں گاہ کی طرف
اپنے ہی دوستوں سے ملاقات ہو گئی

وہ شیفتہ کہ دھوم تھی حضرت کے زہد کی

اس راقم نے ۲۵ر اگست کے شمارہ میں اسلامی دنیا کی دو اہم شخصیتوں میں سے شیخ الازہر کے متعلق لکھا تھا کہ موصوف نے محمد مرسی کا تختہ پلٹنے والوں کو دھمکی دی ہے کہ اگر انہوں نے اخوانیوں کو رہا نہیں کیا تو وہ اعتکاف میں چلے جائیں گے، چنانچہ واقعی اپنے کہنے پر انھوں نے عمل کیا اور اس وقت تک اعتکاف سے باہر نہیں آئے جب تک کہ چھ ہزار اخوانی مصری فوج کے ہاتھوں تہ تیغ نہ ہوگئے، پھر آپ امریکہ کی طرف متوجہ ہوئے اور اس کو خبردار کیا کہ وہ مصر کی امداد بند نہ کرے اور مصری فوج کو وہ اسلحہ دیتا رہے جس سے اخوانیوں کو ٹھکانے لگانے میں آسانی ہو، آپ کے بیان کے بعد ہی مصری اخبارات اور مغربی میڈیا نے ایسے کارٹون شائع کیے جن میں ان کو اخوانیوں پر ایسے اسلحہ سے فائرنگ کرتے ہوئے دکھایا گیا ہے، جس پر Made In U.S.A لکھا ہوا ہے، شیخ الازہر کو فوج کی ترجمانی کی بنا پر شیخ العسکر (فوجیوں کے شیخ) بھی کہا جارہا ہے، موصوف نے اسلامیات کی پوری تعلیم سوربون یونیورسٹی پیرس میں حاصل کی ہے اور دس سالہ تعلیمی مدت پیرس کے ایک مسیحی خاندان میں گذاری ہے، یہ نہیں معلوم ہوسکا کہ اس خاندان کے لوگ شراب نوشی کرتے تھے یا نہیں، شیخ العسکر جب پیرس سے تشریف لائے تو ان کی روشن خیالی سے متاثر ہو کر حسنی مبارک نے انہیں مفتی الدیار المصریہ بنا دیا، اس پوری مدت میں مغربی لباس زیب تن فرماتے تھے، پھر انہیں الامام الاکبر یعنی شیخ الازہر بنا دیا گیا، ان کے قریب و دور لوگوں کا کہنا ہے کہ آج تک آپ نے امام اکبر ہوتے ہوئے بھی کسی نماز حتی کہ جمعہ وعیدین کی بھی امامت نہیں فرمائی، اور نہ ہی وعظ و نصیحت کے قریب گئے، وہ مبارک کی پارٹی الحزب الوطنی کے سیاسی شعبہ کے ممتاز ارکان میں تھے، شیخ الازہر بنتے ہی انھوں نے ازہری طلبہ و اساتذہ کے دینی رجحانات کے متعلق ایک مفصل رپورٹ محکمہ سی آئی ڈی کے سپرد کردی جس کے بعد بڑے پیمانے پر اساتذہ و طلبہ کو گرفتار کیا گیا، موصوف نے حسنی مبارک کی حمایت میں پہلے مرحلہ میں فتویٰ دیا کہ حکمراں کے خلاف خروج بغاوت کے دائرہ میں آتا ہے، پھر جب مبارک کا زوال ہوگیا تو ارشاد فرمایا کہ ہم انقلاب کے حامی تھے پھر جب محمد مرسی کی منتخب حکومت کے خلاف فوج نے تختہ پلٹا تو شیخ

العسکر نے بھی بیان پلٹ دیا، ان ہی کے قریبی ساتھی مصر کے سابق مفتی علی جمعہ نے تو یہ فتویٰ دیدیا کہ اخوان باغی اور خوارج کی طرح ہیں، وہ واجب القتل ہیں، فوج میں انہوں نے اس موضوع پر تقریر بھی کی، ان کے فتویٰ پر ایک فوجی نے عمل کرتے ہوئے اسی (۸۰) اخوانیوں کو قتل کردیا، اس عمل کے بعد اس کے ضمیر نے ملامت کی، پھر اس کی نیند اڑ گئی، اس نے علی جمعہ سے جب شکایت کی تو انہوں نے فرمایا کہ تم نے بڑا کارنامہ انجام دیا ہے، تم ہم سے ملاقات کروگے تو ہم تمہاری پیشانی اور ہاتھ کو بوسہ دیں گے، یہ تو ازہر شریف کا نمایاں کردار رہا۔

مغربی میڈیا اور یورپ و امریکہ کے نامہ نگار یہ برابر لکھ رہے ہیں کہ اخوان کا مظاہرہ ہر طرح سے پرامن تھا، ان کے پاس صرف قرآن مجید، تسبیح اور مصلیٰ کے علاوہ کچھ بینر تھے، ایسے پرامن لوگوں کو نماز، تلاوت اور ذکر کی حالت میں کیوں مارا گیا؟ معصوم بچوں، سولہ سترہ سال کی بچیوں پر گولیاں کیوں چلائی گئیں؟ ان کی عزت وعصمت کو تار تار کیوں کیا گیا؟ موساد کے ماہر نشانہ باز خصوصی طور سے مدعو کیے گئے، مصری عیسائیوں کی نشاندہی اور تعاون سے چن چن کر کے اخوانیوں کو اس طرح مشین گنوں، ہوائی بمباری، زہریلی گیسوں سے مارا گیا کہ مغربی میڈیا کے نامہ نگار بھی چیخ اٹھے اور یہ کہنے پر مجبور ہو گئے کہ ہم نے ایسے وحشت ناک اور ہولناک مناظر جنگوں میں بھی نہیں دیکھے، غالباً یہ اس لیے کیا گیا کہ اس طرح آپ جیسے حکام کی کرسی محفوظ رہ جائے گی۔

مغربی میڈیا کے حوالوں سے جو خبریں آرہی ہیں، وہ یہ ہیں کہ پچاس ہزار سے زیادہ ائمہ کو معطل کر دیا گیا ہے، یہ وہ ائمہ تھے جو مصری وزارت اوقاف کے ماتحت نہیں تھے، دوسری خبر یہ ہے کہ صرف ایک ضلع میں دو ہزار مسجدوں کو بند کردیا گیا ہے، تیسری خبر یہ ہے کہ اسرائیلی ماہرین کے تعاون سے اخوانی قائدین کو خاص زہر کے ذریعہ ٹھکانے لگانے کا منصوبہ بنایا گیا ہے، پورے ملک میں مجموعی طور پر شہداء کی تعداد چھ ہزار ایک سو اکیاسی، زخمیوں کی تعداد دچھبیس ہزار پانچ سو باون، گرفتار لوگوں کی تعداد اٹھارہ ہزار پانچ سو پینسٹھ ہے، جو لوگ سنگین طور پر زخمی ہوئے ہیں ایسے لوگوں کی موت برابر ہو رہی ہے، ہر روز آٹھ، دس کا تناسب ہے، ہر روز مصری فوجیوں کے ہاتھوں دو تین شہید ہو رہے ہیں۔

اخیر میں ایک سوال علمائے دین اور مفتیان شرع متین سے یہ ہے کہ ان لوگوں کے بارے میں کیا فتویٰ ہے جو ظالموں کی دامے، درمے، قدمے، سخنے مدد کر رہے ہیں اور اخوان کو دہشت گرد بتا کر انہیں ختم کرنے کے لیے اپنے خزانے پوری طرح کھول رکھے ہیں؟؟؟؟؟

☆☆☆☆☆

مجلس تحقیقات ونشریات اسلام کی جدید و دیدہ زیب طباعت

☆تفسیر القرآن (تفسیر ماجدی)

ساتویں اور آخری جلد

از مولانا عبدالماجد دریابادیؒ

تفسیر ماجدی کی ساتویں اور آخری جلد منصۂ شہود پر آچکی ہے
جو سورۂ ق تا سورۂ ناس، آخری منزل پر مشتمل ہے۔
(کمپوز شدہ ایڈیشن)

صفحات: ۷۰۰ قیمت بعد از رعایت: ۳۵۰

☆انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج و زوال کا اثر

از حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ

حضرت مولاناؒ کی وہ شہرۂ آفاق اور انقلاب انگیز کتاب جس کے اردو، انگریزی، ترکی، فارسی اور فرانسیسی تراجم کے علاوہ عربی میں تقریباً ۱۵ر ایڈیشن قاہرہ، بیروت، کویت اور قطر و دمشق سے شائع ہو چکے ہیں، یہ اردو کا ۲۲واں ایڈیشن شائع ہو چکا ہے۔
(کمپوز شدہ ایڈیشن)

صفحات: ۳۵۱ قیمت: ۱۵۰

نوٹ: طلباء کے لیے خصوصی رعایت

ناشر: مجلس تحقیقات ونشریات اسلام

پوسٹ بکس ۱۱۹، ندوۃ العلماء کیمپس، ٹیگور مارگ، لکھنؤ
Ph No.: 0522-2741539 - Mob No.: 9889378176
Email.airpnadwa@gmail.com

سخن دل پذیر

آخری قسط

طلبائے علم نبوت اپنی قدر و قیمت پہچانیں!

ایک دینی و اسلامی مدرسہ میں طلبہ کے سامنے کیا گیا اثر انگیز خطاب

مولانا سید عبداللہ حسنی ندویؒ

باوزن بننے کا طریقہ اور اسکی علامتیں

اب میں تھوڑا تھوڑا مختلف انداز میں عرض کرتا ہوں کہ ایک تو سیدھی بات یہ ہے کہ قرآن سے وابستہ ہوجائیں اور قرآن والوں سے اپنا تعلق پیدا کرلیں، ان کی صحبت اختیار کرلیں، اس کے بعد اگر آپ قرآن مجید کو مزید دیکھیں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو باوزن کرنے کیلئے کچھ نسخے بیان فرمادیئے جیسے کہ آپ یہ چاہتے ہیں کہ آپ کا علم بڑھے تو رسوخ پیدا کرنا پڑے گا اور رسوخ والے کو کبھی تردد پیش نہیں آتا یہ علامت اسکی ہے کہ آدمی راسخ فی العلم ہے اور آج کل علم ہی ختم ہوتا چلا جارہا ہے "الراسخون فی العلم" جن کو قرآن مجید میں کہا گیا ہے، وہ آج کل ختم ہوتے جارہے ہیں، رسوخ کہتے ہیں خشیت کو، تقویٰ کو، خشوع کو، عمل کو، علم میں گہرائی وگیرائی کو، جب یہ چیزیں پیدا ہوتی ہیں تو رسوخ پیدا ہوتا ہے اور جب آدمی راسخ ہوتا ہے تو پھر اس کو کہیں کوئی شبہ نظر نہیں آتا ہے اسی لئے قرآن میں کہا گیا ہے قرآن میں ریب نہیں ہے، فرمایا گیا: "اِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ"۔ جتنا رسوخ پیدا ہوگا، اتنا ہی وزن پیدا ہوگا اسی طرح آپ دینی امور کے اندر تفقہ پیدا کرلیں تو یہ بھی اس کے اندر وزن پیدا کرے گا اسی لیے جب اللہ تعالیٰ کسی کے ساتھ خیر و بھلائی کا معاملہ چاہتا ہے تو دین کی سمجھ عطا فرماتا ہے: "من یرد اللّٰہ بہ خیراً یفقھہ فی الدین"۔

بہر حال اللہ تعالیٰ نے ہم کو بلند کرنے کیلئے یہ تمام چیزیں دیں ہیں تو ظاہر ہے کہ ان تمام چیزوں کے ساتھ وزن پیدا کرنے کیلئے اللہ تعالیٰ نے اشارے کردیئے ہیں جیسے قرآن مجید میں فرمایا: "اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ" سب سے پہلے حکم دیا گیا ہے اگر آپ کو باوزن ہونا ہے اور قیمتی ہونا ہے تو آپ کو علم کے میدان میں آنا پڑے گا اور علم کے میدان میں کیسے آئیں گے پڑھو ہر چیز جو پڑھنے کی چیز ہو، پڑھو لیکن وزن کیسے پیدا ہوگا؟ اللہ کے نام سے، اس لئے کہ حدیث میں آتا ہے کہ اگر کلمہ کا پرچہ ایک پلڑے میں رکھ دیا جائے اور آسمان اور زمین اور جو کچھ ان میں ہے، سب کو ایک پلڑے میں رکھ دیا جائے تو کلمہ والا پلڑا جھک جائے گا: "لا یثقل مع اسم اللّٰہ شیٔ" کے نام کا وزن اتنا ہے کہ کوئی چیز اس کے مقابلہ میں آہی نہیں سکتی ہے، ظاہر ہے جب قرأت اللہ کے نام سے آپ کریں گے تب وزن شروع ہوجائے گا اور وزن بڑھتا چلا جائے گا، اگر اللہ کے نام کے ساتھ اس کی برکتوں اسکے انوار کے ساتھ آپ تعلیم حاصل کریں گے، علوم حاصل کریں گے تو برکت ہی برکت، وزن پر وزن پیدا ہوتا چلا جائے گا یہاں تک کہ سب سے اونچا مقام آپ کا ہوگا۔

نبوت بھی علم سے ہی وابستہ ہے جس کے سلسلہ میں قرآن میں بہت سی آیتیں ہیں، اسی لئے ہر نبی اپنے زمانہ کا سب سے بڑا عالم ہوتا ہے، وہ سب سے اونچا اور باوزن اور اسکی قیمت سب سے زیادہ ہوتی ہے، حضرت آدمؑ کی فضیلت کا راز اسی میں پنہاں ہے جس کا واقعہ قرآن مجید میں تفصیل سے موجود ہے۔ اسی طرح آپ دیکھتے چلے جائیں ہر چیز کو اسی وزن کے ساتھ وابستہ پائیں گے اور وہ اللہ کے نام سے پیدا ہوتا ہے جو اپنے اندر قوت و توانائی اور رفعت و بلندی کا خزانہ رکھتا ہے، جس کو حضرت مجدد صاحبؒ نے بڑی خوبی اور البیلے انداز سے واضح کیا ہے: "وزن پیدا کرنے کے لیے "سبحان اللہ" کا لفظ ہے ہم لوگ نماز کے بعد "سبحان اللہ سبحان اللہ" پڑھتے ہیں لیکن یہ کوئی معمولی چیز نہیں ہے، "سبحان اللہ" ہے کہ اب اس سے کوئی وزن پیدا ہی نہیں ہوتا اگر ہم اسے عقل کے ساتھ، دل کے ساتھ اور روح کے ساتھ اور زبان کے ساتھ چار چیزوں کے ساتھ پڑھیں گے تو وزن پیدا ہوتا ہے، اس لیے حضرت مجدد صاحبؒ نے تو یہاں پر لکھا ہے کہ جو "سبحان اللہ" کہتا ہے، سمجھ کر کہتا ہے کہ آپ بے عیب ہیں، خدا کی طرف متوجہ ہوکر کہتا ہے تو فوراً وزن پیدا ہوتا ہے کہ اوپر سے حکم ہوتا ہے اسکا عیب ختم کردو، کیونکہ عیوب سے آدمی بے وزن ہوتا ہے، کمالات سے بھاری ہوتا ہے، اس لیے دیکھئے "غثاء السیل" کہا گیا اور اگر چیز نفع والی ہے تو "اما ما ینفع الناس فیمکث فی الارض" جو نفع کی چیز ہوتی ہے، وہ بھاری ہوتی ہے اور نیچے بیٹھ جاتی ہے، اسکو پانی کی دھار بہا نہیں سکتی، ہوا اڑا نہیں سکتی، وہ زمین کے اندر بیٹھ جاتی ہے کیونکہ وہ نفع پہنچانے والی چیز ہے اسی لئے فرمایا

گیا: "خیر الناس ما ینفع الناس" سب سے اعلیٰ درجہ کا بھاری آدمی وہ ہے جو لوگوں کو نفع پہنچانے والا ہو دیکھئے اب یہاں قلم لگا ہوا ہے آپ نے دیکھا کہ دل کے پاس جیب میں لگا ہوا ہے قلم لکھ رہا ہوتا ہے، اس کے اندر روشنائی ہوتی ہے، اچھا چلنے والا ہوتا ہے تو دل کے پاس لگا ہوا ہوتا ہے جب اس کی روشنائی ختم، اسکی نب بیکار اور وہ پرانا ہوگیا تو یہ جیب میں نہیں دکھائی دیگا، کوڑے دان میں پڑا دکھائی دیگا، اور آپ خود نکال کر پھینک دیں گے، اسی طرح جو بھاری لوگ ہیں ان کو رکھا جاتا ہے ان کو پھینکا نہیں جاسکتا ہے، آج کل ہر طرف ایسا محسوس ہوتا ہے کہ یہاں سے اٹھا لیے گئے، وہاں سے اٹھا لئے گئے، ہلکے پن کی بات ہے، اتنا ہم کو باوزن ہونا چاہئے کہ ہماری طرف نگاہیں نہ اٹھیں لیکن جب ہلکے ہوگئے ہمارے اندر وزن ہی نہیں رہا اور ہم بے قیمت ہوکر رہ گئے تو آج ہمارا حال یہ ہے کہ جو چاہے ہمارے ساتھ جو کرے جیسے کہ بعض لڑکے کلاس میں سیدھے ہوتے ہیں، عقل کے اعتبار سے تو سارے لڑکے اسکو ٹپیاتے ہیں، ادھر مارا، ادھر مارا تو وہ دوڑتا ہے تم نے مارا، تم نے مارا، ارے بھائی! اچھی طرح پڑھنے لکھنے والے بن جاؤ، اپنے دماغ کو ہوش کے ساتھ رکھو پھر کیا مجال کہ کوئی تم کو ٹپیائے، ایسے ہی ہم اگر اپنے کو باوزن رکھیں گے، قیمت کے ساتھ رکھیں گے، اور پوری اپنی توانائی کے ساتھ رکھیں گے، تو ہمارا کام ہوجائے گا، اور جو ہماری ذمہ داریاں ہیں جب وہ پوری نہیں کریں گے تو وزن کیسے پیدا ہوگا؟ تو وزن پیدا ہوتا ہے اقرأ سے اللہ کے نام سے اور دوسرا یہ حکم ہے: "اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ" تو یہاں پر بھی دو چیزیں ہیں صرف یہ نہیں کہا کہ: "ادع" دعوت دو بلکہ: "الی سبیل ربک" اپنے رب کے راستہ کی طرف دعوت دو، جماعت کی طرف مت بلاؤ اور دوسرے دنیاوی کاموں کی طرف مت بلاؤ، اللہ کی طرف بلاؤ لیکن اس کے ساتھ حکمت اور موعظت حسنہ ہو، ایسے ہی الل ٹپ جو چاہے کرلیا جو دماغ میں آیا کرلیا، نہ سوچا، نہ سمجھا، اسلام میں اندھے بہرے ہوکر رہنے کا کوئی جواز نہیں ہے، یہاں تو خدا نے انسان کو جتنی صلاحیتیں دی ہیں ان سب کے استعمال کا حکم بھی دیا ہے اور جو ان کو استعمال نہیں کرتا تو وہ اپنی صلاحیتوں کی ناقدری کرتا ہے، اور خدا نے ایسا نظام بنایا ہے کہ اگر آپ اس آنکھ کو جو آپ کو دیکھ رہی ہے، اگر دو مہینے یا چھ مہینے بند رکھیں تو نگاہ کمزور ہوجائے گی، اگر آپ ہاتھ چلانا چھوڑ دیں، ایسے ہی لٹکائے رہیں تو ہاتھ سوکھ جائے گا، تو ایسے ہی جو صلاحیتیں ہیں جو انکا استعمال نہیں کرتا تو اس کی وہ صلاحیتیں ختم ہوجاتی ہیں اسی طرح اگر ہم اللہ تعالیٰ کی بخشی ہوئی صلاحیتوں کا صحیح استعمال نہیں کریں گے تو تاثیر پیدا ہوگی نہ قوت، نہ وزن پیدا ہوگا، نہ قیمت رہ جائے گی کسی کام کے آپ نہ رہ جائیں گے تو تیسری بات فرمائی: "وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ" کی یہاں بھی حکم ہے کہ استعداد اپنے اندر رکھنی چاہئے، قوت کیا ہے؟ آج کل قوت کس کو کہتے ہیں؟ میڈیا کی کیا قوت ہے؟ دشمن کو قابو میں رکھنے کیلئے جدید ترین قوت کیا ہے؟ تو میرے بھائیو! یہ کوئی کھیل نہیں ہے اور اسی کے ساتھ چوتھا حکم ہے: "جَاهِدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ" یہاں بھی دیکھئے اپنی جان و مال کی قربانی، اپنی توانائیوں کو راہ خدا میں لگانا۔

یہ تمام آیات ہیں انکو بہت غور سے دیکھنا چاہیے، یہ ساری آیتیں وزن پیدا کرنے والی ہیں اگر آپ غور کریں حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے بڑی عجیب وغریب بات لکھی ہے کہ دنیا بڑی حقیر ہے کوئی حیثیت نہیں، مچھر کے پر کے برابر بھی نہیں، حدیث میں خود آتا ہے کہ دنیا مچھر کے پر کے برابر بھی ہوتی تو نافرمان کو ایک گھونٹ پانی نہ ملتا لیکن یہ دنیا آخرت سے آنکھیں ملاتی ہے، یہ دنیا اپنی حقارت اور ذلت کے باوجود اٹھ اٹھ کر بڑی بڑی طاقتوں کا سامنا کرنے کے لئے تیار ہوجاتی ہے، شاہ صاحبؒ نے لکھا ہے چار چیزیں ہیں: (۱) بیت اللہ (۲) رسول اللہ (۳) کتاب اللہ (۴) صلاۃ اللہ۔ یہ چار چیزیں جنہوں نے دنیا کو اس مقام پر پہنچادیا، اگر یہ چار چیزیں دنیا میں نہ ہوں تو دنیا ہی باقی نہ رہتی، کعبہ نے دنیا کو اس طرح تھام لیا ہے جس طرح سمندر میں بڑے بڑے جہاز کے لنگر ڈال دیئے جاتے ہیں تو وہ ہلتے نہیں، کعبہ نے دنیا کو تھام رکھا ہے، اور اس کے ساتھ نماز نے اس کو ساتویں آسمان پر پہنچادیا ہے، اس لئے نماز مؤمن کیلئے معراج ہے وہ اور قرآن نے غیر معمولی طاقت عطا فرمائی ہے، قرآن مجید سے اگر آدمی تعلق پیدا کرلے تو اس کے اندر انرجی پیدا ہوجاتی ہے۔

رسولؐ کی اتباع کے فائدے

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے رہنمائی حاصل ہوتی ہے، یہاں بھی کامیابی وہاں بھی کامیابی، انکی اتباع کے قرآن مجید میں دو فائدے بیان کیے گئے ہیں، اگر تم انکی چال چلوگے تو محبوب الٰہی بن جاؤ گے اور انکی اطاعت کروگے تو رحمت و برکت سے مالا مال ہوجاؤ گے، اللہ، اسکے رسولؐ کی اطاعت سے رحمتوں کی بارش ہوگی، رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں پر عمل کرنے پر محبوبیت حاصل ہوگی اور پھر اخیر میں ایک بات میں بہت مختصر کہوں گا کہ میں ابھی ایک جگہ گیا تو ایک طالب علم نے تلاوت کی، تلاوت سے آنکھیں کھل گئیں، قرآن مجید نے پورا نقشہ کھینچ کر رکھ دیا ہے، فرعون کا دور ہے اس کو اپنی حکومت کا غرہ ہے، بچوں کے اٹھائے جانے کا معاملہ چل رہا ہے بنی اسرائیل کے بچوں کو اٹھایا جا رہا ہے اور قتل کر دیا جا رہا ہے، عورتوں کو ذلیل کیا جا رہا ہے، تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ: "وَلَقَدْ مَنَنَّا عَلَىٰ مُوسَىٰ وَهَارُونَ وَنَجَّيْنَاهُمَا وَقَوْمَهُمَا مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيمِ" ہم نے ان پر احسان کیا، ان کو بچا لیا تو یہاں پر صاف صاف خدا نے فرما دیا کہ خدا کے احسان سے بچو گے اپنی کوششوں سے نہیں بچ سکتے لیکن احسان کا ایک قاعدہ ہے: "هَلْ جَزَاءُ الْإِحْسَانِ إِلَّا الْإِحْسَانُ" اللہ تعالیٰ کی سنت کیا ہے: "إِنْ تَنْصُرُوا اللَّهَ يَنْصُرْكُمْ"، اللہ کی نصرت دین کی نصرت پر ہے اللہ کی نصرت آئے گی جب نصرت دین کریں گے۔

احسان کا بدلہ احسان

اور اللہ کا احسان اس وقت ہوگا جب ہم اس کی مخلوق پر احسان کریں گے، اور احسان کی نہ جانے کتنی شکلیں ہیں، جیسے حدیث میں آپؐ نے فرمایا: راستہ پر بیٹھتے ہو تو راستہ کا حق ادا کرنا پڑے گا، پہلے تو آپؐ نے راستہ پر بیٹھنے سے منع فرمایا تو صحابہؓ نے فرمایا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم یہ تو ہماری چوپال ہے، بیٹھنا ضروری ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو اس کا حق ادا کرو، سلام کا جواب دو اور کوئی راستہ بھٹک رہا ہو تو راستہ دکھاؤ، یہ سب باتیں بتائیں یہی معاملہ یہاں ہے، احسان کرنا پڑے گا کوئی اگر غیر مسلم ہے، شرک میں مبتلا ہے، کفر میں مبتلا ہے، اس کو وہاں سے نکالنے کی جو بھی کوشش کر سکتے ہیں وہ کرنا پڑے گا، یہ سب سے بڑا احسان ہے، اس سے بڑا کوئی احسان نہیں اسی لیے اس پر جو ملے گا وہ کسی پر نہیں: "لان يهدى الله بك رجلا خيرلك من حمر النعم" بہکے ہوئے، بھٹکے ہوئے، فکری اعتبار سے زیغ وضلال میں مبتلا ہو، لوگوں کو آپ صحیح راستہ پر لگائیں، یہ بھی ان پر احسان ہے اور باقی آج کل احسان کی اتنی شکلیں ہیں کوئی بیمار ہے، کوئی پریشان حال، کوئی یتیم، غریب، بیوہ ہے تو سب پر احسان کرتے چلے جایئے تو اوپر سے احسان کی بارشیں ہونے لگیں گی اور سارے مسئلے خود حل ہوتے چلے جائیں گے، لیکن جب ہم بے وزن ہو گئے اور بے وزن کرنے والے کام کرنے لگے تو اللہ تعالیٰ نے بھی چھوڑ دیا کہ تم نمٹو، تم جانو یہ ہو رہا ہے، وہ رہا ہے، ہونا کچھ نہیں آپ یہ بات لکھ لیجئے چاہے جتنی محنت کر ڈالیں چاہیں، جتنی کوششیں کر ڈالیں، جب تک صحیح راستہ پر نہیں چلیں گے اور اللہ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے طریقوں پر نہیں چلیں گے، اس وقت تک کچھ ہونے والا نہیں ہے اور وہی ہم نے چھوڑ دیا۔

معاملہ یہ ہے کہ ہر چیز آج کل الٹی ہو گئی ہے، اس کی مثال یہ ہے کہ قرآن مجید میں ارشاد فرمایا گیا: "وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللَّهِ رِزْقُهَا" رزق ہمارے ذمہ ہے لیکن ہم زبان حال سے کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ یہ کام ہمارا ہے، رزق ہم کمائیں گے اور اللہ تعالیٰ نے کہا ہے کہ: "كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ" تم بہترین امت ہو، لوگوں کو برائی سے روکو، بھلائی کا حکم کرو لیکن کہا اللہ میاں! یہ آپ کا کام ہے یہ بنی اسرائیل کی قوم یہاں کیسے پیدا ہو گئی، حضرت موسیٰ نے ان سے جب جب جہاد کیلئے کہا تو انہوں نے کہا جایئے، آپ اور آپ کے رب دونوں لڑ لیں ہم یہاں بیٹھے ہیں دیکھتے ہیں کیا ہوتا ہے، جب میدان صاف ہو جائے گا تب آئیں گے، آج ہمارا بھی حال یہی ہے، ہم کھل کر نہیں کہتے زبان حال سے کہتے ہیں یہود زبان سے کہتے ہیں، اتنے کمبخت ہیں، اسی لیے قرآن میں ذکر ہے: "سمعنا وعصينا" لیکن ہمارا حال یہ ہے کہ ہم زبان سے الحمد للہ نہیں کہتے لیکن ہمارا حال یہی ہے۔

غرض ہر چیز ہماری الٹی ہو گئی ہے اسکی مثال یہ ہے کہ یہ پنکھا جو چل رہا ہے، میری ایک چھوٹی دکان ہے، اس پر بیٹھا ہوا تھا، پچیس سال پرانی بات ہے اور وہ تیزی سے چل رہا تھا لیکن ہوا بالکل لگ نہیں رہی تھی، سامنے میکینک کی دکان تھی، ان کو میں نے بلایا دیکھئے بھائی! پنکھا چل تو بڑی تیزی سے رہا ہے لیکن ہوا بالکل نہیں لگ رہی ہے تو مکینک نے دیکھا اور دیکھتے ہی کہنے لگا مولانا! پر الٹے لگ گئے ہیں، چل بڑی زور سے رہا ہے، ہوا کچھ نہیں لگ رہی ہے تو آج کل میں اگر کھل کر کہوں تو برا نہ لگ جائے کہ بات یہ ہے کہ اتنے ہمارے مدارس کی تعداد، اتنے کام کرنے والوں کی تعداد اور اتنی ہماری بھیڑ، اتنا چلنا پھرنا اور اتنا دکھانا سب کچھ ہے لیکن ہوا نہیں لگ رہی ہے، تو وزن جب پیدا ہوگا تو ہوا لگے گی جب ہم قیمتی ہوں گے تو ہوا آئے گی پھر زیادہ کہنے اور محنت کرنے کی ضرورت نہیں، نتائج آپ کے سامنے خود اچھے آئیں گے اللہ تعالیٰ ہم سب کو باوزن بنا دے اور ہم سب کو اس کی صحیح رہنمائی بھی فرمادے۔ آمین

☆☆☆☆☆

محاسن اسلام

اسلام کا نظام نظافت وطہارت

محمود حسن حسنی ندوی

تعلیمات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم نے انسان کو صرف ظاہری حق احترام انسانیت کا ہی نہیں دیا اور اس کے محض کلی حقوق نہیں رکھے، اس کے جسم اور جسم کے ایک ایک عضو اور حصہ کا، قویٰ وجوارح کا، حواس کا، اس کی طبیعت وفطرت اور یہاں تک کہ اس کے مزاج اور جذبات کا کہ ان کی بھی رعایت کی جائے، حق دیا اور جسم کو جن چیزوں کی ضروریات پڑتی ہے اور حواس کے لوازمات ہیں ان کا بھی حق رکھا، ماکولات ومشروبات میں پاکیزہ وحلال چیزوں کے استعمال کی تاکید کی جو خون کو آلودگی سے بچاسکیں، اس سلسلہ میں اسباب وذرائع کو بھی جائز اور حق طریقہ سے اختیار کرنے کو کہا، نفس پر بے جاسختی سے روکا اور جہاں جسم کے جائز مطالبات وحقوق کی پامالی ہو وہاں اسلام نے روک لگادی، اس سلسلہ میں راقم سطور "اسلام اور غیر اسلامی تہذیب" مصنفہ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ سے ایک اقتباس پیش کرتا ہے، جس میں اس مضمون کی روح آگئی ہے وہ یہ کہ:

"اسلام زندگی کا مذہب ہے، وہ ایک طرز حیات ہے، اس لیے اس نے جسم کی حق تلفی کو کبھی مقصد نہیں بنایا، بلکہ اس کی پرورش وپرداخت، حفاظت ونگہداشت کی ترغیب دی اور اس کے لئے ابھارا، قرآن کی تعلیم کہ اپنی جان کو ہلاکت میں نہ ڈالو یا یہ کہ کھاؤ پیو، لیکن اسراف نہ کرو، نکاح کو مودت ورحمت اور سکون وسکینت یا جانوروں تک کے جسم میں کاٹ چھانٹ کو خدائی تخلیق میں دخل اندازی قرار دینا، احادیث میں مثلہ سے منع کرنا، مصنوعی بالوں کا استعمال، عورتوں کا مردوں سے اور مردوں کا عورتوں سے تشبہ، عورتوں کا گودنا، گدانا، چہرہ کی آرائش کے لیے خال وخط بنانا، حسن کے لیے دانتوں کے بیچ میں فصل ڈالنا، مردوں کا گیسو سنوارنا اور سر کے پچھلے بال کتروانا، سانڈوں کو داغ کر چھوڑنا یا آگ سے داغنے سے روکنا، یہ سب اسی لئے ہے کہ اس سے اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی شکل میں تبدیلی آتی ہے اور خود حیوانی یا انسانی جسم کی توہین ہوتی ہے، حدیث میں صاف صاف تعلیم دی گئی ہے کہ انسان کا جسم بھی اسکی روح کی طرح اس کے ہاتھوں میں خدا کی امانت ہے، اس کی حفاظت کرنا اور اس کا حق ادا کرنا بھی عبادت ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے بدن کا تم پر حق ہے، تمہاری آنکھ کا تم پر حق ہے، تمہارے مہمان اور تمہاری بیوی کا تم پر حق ہے۔

انسانی حقوق میں نظافت اور طہارت معاشرتی طور پر اور انفرادی اعتبار سے بھی جسم کا ایک بڑا اور اہم وبنیادی حق ہے، لیکن ان دونوں (نظافت وطہارت) میں فرق بھی ہے، اس فرق کو اسلام نے ملحوظ رکھا ہے، جہاں تک نظافت کا تعلق ہے کہ صاف ستھرا رہنا، نہانا، دھونا، اجلے اور صاف کپڑے پہننا، دنیا کی تمام تہذیبوں اور شائستہ اور سلیم الطبع انسانوں میں پایا جاتا ہے، اسلامی، ابراہیمی ومحمدی تہذیب میں بھی اس کو بڑی اہمیت حاصل ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خود اس کا بڑا اہتمام رہتا تھا اور اپنے اہل بیت اطہارؓ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو بھی اس کے اہتمام وخیال کی ترغیب دیتے تھے، خوشبو کا استعمال فرماتے، کپڑوں میں سفید کپڑے پسند کرتے، مسواک کا بڑا اہتمام رکھتے، ناخن بڑھنے نہیں دیتے، بالوں کی صفائی کا پورا خیال کرتے اور تیل وکنگھے کا استعمال کرتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس میں اتنے ذکی الحس واقع ہوئے تھے کہ ہر اچھے ومرغوب کام کو داہنے ہاتھ سے انجام دیتے، نشست وبرخاست، دخول وخروج خورد ونوش، اکل وشرب، سلام ومصافحہ، انفاق واعطاء حتی کہ صف بندی اور طہارت کے تمام امور میں یمین ویسار کو ملحوظ رکھتے تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ عادت شریفہ تھی کہ جو اپنے لیے پسند کرتے وہی اپنے تمام صحابہ کرامؓ کے لئے پسند کرتے، اس لئے نظافت کو بھی ہر ایک کے لئے پسند کرتے، مسجد کے لیے اس کی اور زیادہ تاکید رکھی، علامہ ابن عبد ربہ الاندلسی (م ۳۲۸ھ) نے "العقد الفرید" (۷/۲۵۳) میں حضرت امام مالکؒ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ انہیں حضرت زید بن اسلم نے اور ان کو حضرت عطاء بن یسار نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تھے، اتنے میں ایک شخص بکھرے اور الجھے بالوں کے ساتھ مسجد میں اندر آیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ کے اشارے سے اسے باہر جانے کو کہا کہ جا کے سر اور داڑھی کے بالوں کو ٹھیک کرے، پھر آئے، اس نے ایسا ہی کیا اور پھر واپس ہوا تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس طرح شیطان کی ہیئت میں آنے سے کیا ہی بہتر تھا کہ اپنے چہرے کو سلیقہ مندی سے

ترتیب دے دیتا۔

علماء نے مسجد سے باہر جاکر بالوں کو درست کرنے میں یہ حکمت بھی بیان کی ہے کہ مسجد کے لحاظ واحترام سے یہ بات متصادم ہوتی ہے کہ وہاں بالوں میں کنگھی کی جائے یا بال تراشے جائیں، اس لیے کہ مسجد اللہ کی عبادت، رکوع وسجدہ اور دعاء ومناجات کی جگہ ہے، کوئی بھی ایسا کام جو نظافت کے خلاف ہو وہ ان کاموں کو خشوع وخضوع سے انجام دینے میں رکاوٹ بنتا ہے۔

جمعہ کے سلسلے میں اور زیادہ خصوصیت، اہتمام اور ترغیبات ملتی ہیں کہ نہادھو کر صاف ستھرے، دھلے اور اچھے کپڑے پہن کر خوشبو تیل لگا کر مسجد آیا جائے اور قرآن حکیم میں بھی فرمایا: ﴿خُذُوْا زِیْنَتَکُمْ عِنْدَ کُلِّ مَسْجِدٍ﴾ [اعراف:۳۱] (ہر عبادت کے وقت اپنی زینت (لباس) اس سے آراستہ رہا کرو)۔

یہ تو نظافت کی بات تھی، اس سے بڑھ کر طہارت ہے جس کے جسم پر گہرے اثرات مرتب ہوتے ہیں اور انسان کے مزاج واخلاق کو صحیح رخ پر لانے میں اس کا نہایت اہم کردار ہوتا ہے، بعض علماء اور اطباء روحانی سے وساوس کے علاج کی تدبیر دریافت کی گئی تو انہوں نے طہارت کے صحیح طور پر کرنے اور اس کے التزام پر زور دیا، شیطانی اثرات سے بچاؤ کی بہترین تدبیر طہارت ہے اور گناہوں سے حفاظت کا موثر ذریعہ بھی ہے، اس کے برعکس نجاست ہے، اسی نجاست کے ازالہ کے لیے طہارت ہے، شریعت اسلامی کے اسرار وحکم کے حکیم وعارف حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ فرماتے ہیں: "طہارت کا تخیل ابراہیمی ومحمدی تہذیب کی خصوصیت ہے اور وہ اس بارے میں جتنی ذکی الحس واقع ہوئی ہے اور اس کا معیار اس کے بارے میں جتنا بلند ہے، میرے علم میں کسی اور تہذیب اور نظام زندگی میں اسکی مثال نہیں ملتی، بدن اور کپڑے کی پاکی، استنجاء پاک کرنا، کپڑے یا بدن پر پیشاب کی ایک چھینٹ پڑ جائے یا کوئی گندی چیز لگ جائے تو اس کو پاک کئے بغیر نہ مسلمان پڑھ سکتا ہے اور نہ اس کو اطمینان حاصل ہوسکتا ہے، چاہے اس کے کپڑے دودھ کی طرح سفید اور اس کا بدن آئینہ کی طرح صاف وشفاف ہو، یہی حکم پانی، کھانے، برتن، فرض، زمین اور ان سب چیزوں کا ہے جو مسلمانوں کے استعمال میں آتی ہیں۔ "نجاست" اور "طہارت" کا یہ فرق اور تخیل ابراہیمی ومحمدی تہذیب کا شعار اور اس کی خصوصیت ہے۔

جانوروں کے گوشت کے استعمال کے بارے میں بھی اس کی شریعت اور قانون دوسرے قوانین اور رواجوں سے مختلف ہے، یہاں بھی نجاست اور طہارت مردار وناجائز اور حرام وحلال کی تفریق ہے، کئی جانور اس کی شریعت میں حرام اور دائمی طور پر ناقابل استعمال ہیں، عام طور پر وہی ہیں جن کو انسان کی فطرت صحیح اور ذوق سلیم ناپسند کرتا ہے اور جو حلال وجائز ہیں، ان کو بھی ذبح کرنے اور ذبح کرتے وقت اللہ کا نام لینے کی شرط ہے، ورنہ وہ بھی مردار کے حکم میں ہوں گے، "طیبات" اور "خبائث" اور "حلال" اور "میتة" کی یہ تفریق بھی اس تہذیب کے خصائص ہیں"۔ (عصر جدید کا چیلنج:۱۸،۱۹)

اسلام کا نظام نفاست وہ نظام ہے جس سے ایک طرف انسانی حقوق کا تحفظ ہوتا ہے، انسان کا جسم آلائشوں اور کدورتوں سے محفوظ ہوتا ہے، وہیں دوسری طرف وہ ذہنی سکون کا باعث بنتا ہے اور دوسرے بھی راحت پاتے ہیں اور معاشرہ سے بہت سی بیماریاں اور برائیاں زائل ہوتی ہیں، لیکن ان سب کے باوجود تعلیمات نبوی نے اس میں بھی راہ اعتدال پر قائم رہنے کو کہا ہے، اس لئے کہ اعتدال سے ہٹنے سے دوسروں کی حق تلفی ہوتی ہے۔

کپڑوں کی صفائی، برتنوں کی صفائی، بستر کی صفائی، گھر کی صفائی، جسم کی صفائی، راستہ کی صفائی کی ترغیب اس اس طرح دی گئی کہ اس کے معمولی کام پر بھی بڑا اجر رکھ دیا، راستہ سے گندگی ہٹانا، کانٹا ہٹانا، پتھر ہٹانا، بال صاف کرنا، کپڑے دھونا، مسجد کی صفائی، دھول ہٹانا، جالا صاف کرنا، اور سفید رنگ کو اختیار کرنا کہ اس سے چیز دیدہ زیب ہوجاتی ہے، اور حسن وجمال نکھرتا ہے، اس طرح جہاں ایک طرف طہارت ونظافت کو اختیار کرنے کو کہا گیا، وہیں دوسری طرف نفاست کا خیال کر کے نظافت کی بھی ترغیب دی گئی ہے۔

☆☆☆☆☆

دعائے مغفرت

☆ مولانا محمد منظور نعمانیؒ کے بھتیجے مولانا حکیم حبیب الرحمٰن نعمانی سنبھلی مختصر علالت کے بعد سنبھل میں انتقال کر گئے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مرحوم علاج ومعالجہ کی مشغولیات کے ساتھ نیک اعمال اور غریب پروری میں معروف تھے۔

☆ مولانا نثار الحق ندوی مرحوم (کاتب خاص مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ) کی ہمشیرہ محترمہ (والدہ مولانا وحید احمد ندوی، مولانا حمید احمد ندوی) نے بھی وفات پائی، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اللہ تعالیٰ سب کی مغفرت فرمائے، قارئین سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔ ☆☆

ایک مطالعہ

مولانا آزادؒ اور ان کی تفسیر "ترجمان القرآن"

خالد فیصل ندوی

اخلاص وللہیت، حمیت وحمایت، شرافت و پاکیزگی، علم وآگہی، اخلاق وکردار، اولوالعزمی وبلند حوصلگی، خودداری وخود اعتمادی جیسی امتیازی اوصاف سے آراستہ، غیر معمولی ذہانت، خداداد حافظہ، حاضر دماغی اور انشاپردازی اخذ کرنے کی غیر معمولی صلاحیت، بہتر سے بہتر طریقہ پر اپنی بات پیش کرنے اور اپنے معلومات سے کام لینے کی غیر معمولی قابلیت، زبان وبیان کی حلاوت و شیرینی، طلاقت وروانی اور سلالت وسادگی، تحریر و تقریر کی عجیب دلکشی، دل پذیری اور اثر آفرینی کی عجیب قابلیت اور تحریر وتقریر میں قرآن وحدیث کی ترجمانی اور اس سے استدلال کرنے کا عجیب بلکہ جیسے انوکھے کمالات سے متصف اور دینی وتعلیمی، تصنیفی وتالیفی اور سماجی وسیاسی بیش بہا خدمات و کارنامے انجام دینے والی نابغہ روزگار شخصیت کا نام ولقب امیر الہند ابوالکلام محی الدین احمد آزادؒ ہے اور ان کا تاریخی نام فیروز بخت ہے لیکن عوام وخواص میں مولانا ابوالکلام آزادؒ کے نام سے معروف ومشہور ہیں۔

سراپا

مولانا آزاد کے سراپے کا حسین نقشہ مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ کے معجز بیاں قلم نے اس طرح کھینچا ہے کہ بلند وبالا قد وقامت جس کو سرو آزاد کہنا ہر طرح موزوں ہوگا، کتابی چہرہ جس میں سرخی جھلکتی ہوئی، آنکھیں روشن وفراخ، متبسم بلکہ متکلم، پیشانی سے خود اعتمادی اور بلند طالعی نمایاں، لباس خالص دہلی لکھنؤ کے شرفاء بلکہ رؤساء کا سا سادہ لیکن حسن مذاق، اور نستعلیقی ہر چیز سے عیاں، ٹوپی ذرا بلند جس میں ان کی انفرادیت جوان کی ذات کا جوہر بن گئی تھی، نمایاں پاؤں میں سلیم شاہی جوتا، یہ تھے مولانا ابوالکلام آزادؒ جن کو میں نے پہلی بار گنگا پرشاد، میموریل ہال امین آباد لکھنؤ میں دیکھا۔ [پرانے چراغ:۲/۴۷]

پیدائش

مولانا ابوالکلام آزادؒ ذی الحجہ ۱۳۰۵ھ مطابق ستمبر ۱۸۸۸ء میں، خانہ کعبہ کے جوار میں باب السلام سے متصل محلہ قدوہ میں پیدا ہوئے، ان کے والد بزرگوار مولانا خیر الدین ممتاز عالم، صوفی باصفا، مقبول مربی ومعلم اور مخلص خادم کارکن تھے اور ان کی والدہ ماجدہ خالص عربی النسل، عالی نسب اور نیک سیرت خاتون تھیں، موصوفہ مدینہ منورہ کے مشہور عالم دین، قاضی وقت اور استاذ حدیث شیخ محمد بن ظاہر وتری کی بھانجی تھیں۔ [بحوالہ اردو دائرۂ معارف اسلامیہ:۱/ ۹۹] مولانا آزادؒ کا مادری و پدری دونوں خاندان علم وفن میں فائق، حرکت وعمل میں ممتاز اور اصلاح وارشاد میں نیک نام تھا۔

تربیت

مولانا آزادؒ کے گھر کا ماحول مکمل اسلامی تھا، اور گھر کا نظام تربیت بہت ہی منظم اور مرتب تھا، اس نظام کی بدولت مولانا آزادؒ کی طبیعت میں مستقل مزاجی اور سنجیدگی پیدا ہوئی چنانچہ مولانا خود فرماتے ہیں کہ والد ماجد کے نظام تربیت اور ان کے احتساب ونگرانی نے طبیعت میں قبل از وقت سنجیدگی پیدا کردی تھی۔

تعلیم

مولانا آزادؒ پانچ برس کے ہوئے تو حرم شریف کے خطیب اور مکہ کے قاضی شیخ عبداللہ مراد کے ہاتھوں مولانا کی تقریب بسم اللہ ادا ہوئی، مولانا فرماتے ہیں کہ انہوں نے مجھ سے تین مرتبہ "یافتاح" کہلوایا، اور "رب یسر ولا تعسر" کہلوایا اور اس کے بعد الف سے شین تک حروف شناخت کروائے۔ [آزاد کی کہانی] اس کے بعد مولانا نے زیادہ تر اپنی خالہ سے اور کبھی کبھی حافظ بخاری سے تعلیم پائی اور حرم شریف کے سب سے بڑی قاری شیخ حسنؒ سے کچھ دن قرأت وتجوید سیکھی، مکہ مکرمہ کے قیام ہی کے دوران قرآن شریف ختم کر لیا اور سورہ یٰسین اور سورہ قاف زبانی حفظ کر لی تھیں۔ [آزاد کی کہانی، ص/ ۱۲۸]

کلکتہ واپسی کے بعد ان کے والد گرامی نے مولانا آزاد کو اردو کی ابتدائی تعلیم، مرکب حروف کی مشق سے شروع کرائی، اس کے بعد درس نظامی کی اکثر متداول کتابیں اپنے والد گرامی اور دیگر اصحاب فن اساتذۂ کرام سے پڑھی، مولانا محمد یعقوب، مولانا نذیر الحسن امیٹھوی، مولانا محمد عمر، مولانا سعادت حسین اور مولانا محمد شاہ رام پوری کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیا۔ [بحوالہ مولانا آزاد: فکر وفن/ ۲۷-۲۹]

مولانا آزادؒ شمس العلماء مولانا محمد یوسف رنجور عظیم آبادی کی عرصہ تک صحبت میں رہے اور بڑا استفادہ کیا۔ [پرانے چراغ:۲/ ۴۶] چنانچہ مولانا آزادؒ نے تفسیر، حدیث، تاریخ، فلسفہ، فلکیات، عربی، فارسی وغیرہ علوم ومعارف میں مذکورہ بالا اساتذۂ فن سے مہارت حاصل کی اور ذاتی محنت و

لگن اور کثرت مطالعہ سے اپنے اندر مثالی جامعیت پیدا کی، اور اپنے معاصرین پر فوقیت و برتری لے گئے اور دنیا میں آفتاب وماہ تاب بن کر چمکے۔

مولانا آزادؒ نے مولوی محمد یوسف جعفری کی نگرانی میں انگریزی ابجد سیکھنا شروع کیا اور اپنی ذاتی محنت وتوجہ سے انگریزی سیکھ لی، اور فرانسیسی زبان بھی ذاتی دلچسپی اور شوق سے سیکھ لی اور دونوں زبانوں پر بقدر ضرورت قدرت حاصل کر لی، چنانچہ جیل کے رفیق مولانا محمد اسماعیل ذبیح نے ان دونوں زبانوں پر مولانا کی قدرت کی شہادت دی ہے، وہ لکھتے ہیں کہ: ان کو انگریزی ادب کے تمام قدیم وجدید لٹریچر عبور حاصل ہے، فرانسیسی زبان پر بھی اس حد تک عبور رکھتے ہیں کہ نہ صرف جدید فرنچ ادبیات بلکہ کلاسیکل ادب پر مولانا کی ماہرانہ نگاہ تھی۔[چٹان، ۱۸/ اپریل ۱۹۵۵ء]

ہمہ جہت شخصیت

مولانا آزادؒ کی شخصیت تاریخ ساز اور عہد آفریں شخصیت تھی، یقیناً وہ اپنی ذات میں انجمن تھے، ان کی ذات علم وفن، فکر ونظر، وعظ وخطابت، صحافت وادارت، شاعری وانشاپردازی اور سیادت وقیادت سے عبارت تھی، اور انہوں نے تفسیر، تاریخ، فلسفہ، سیاست، صحافت، ادب اور دیگر میدانوں میں کارہائے نمایاں انجام دیے جس کی بنا پر تاریخ میں ان کا نام زندہ جاوید بن گیا اور دنیا نے ان کو امام وقائد تسلیم کیا، اور اہل علم ودانش نے ان کی ہمہ جہت صلاحیت ولیاقت کا برملا اعتراف کیا، چنانچہ علامہ شبلی نعمانیؒ ان کے خداداد ذہن ودماغ پر حیرت واستعجاب کا اظہار کرتے ہوئے ایک ملاقات میں فرمایا کہ تمہارا ذہن ودماغ عجائب روزگار میں سے ہے، تمہیں تو کسی علمی نمائش گاہ میں بطور ایک عجوبہ پیش کرنا چاہیے۔[آزاد کی کہانی، ص ۳۱۳/] اور مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ نے ایک مجلس میں ان کے ذکر خیر پر فرمایا کہ: مولانا آزادؒ بھی آیۃ من آیات اللہ تھے۔[ارمغان فرنگ/۱۵۳] اور ان کی ہمہ جہت شخصیت اور ہمہ گیر صلاحیت کو نیاز فتح پوری نے یوں خراج تحسین پیش کیا ہے کہ:

اگر وہ عربی کی طرف توجہ کرتے تو متنبی وبدیع الزماں ہوتے، اگر وہ محض دینی اور مذہبی اصلاح کو اپنا شعار بنا لیتے تو اس عہد کے ابن تیمیہ ہوتے، اگر وہ محض علوم حکمیہ کے لیے اپنے آپ کو وقف کر دیتے تو ابن رشد اور ابن طفیل سے کم درجہ کے متکلم وفیلسوف نہ ہوتے، اگر وہ فارسی وادب کی طرف متوجہ ہوتے تو عرفی اور نظیری کی صف میں انہیں جگہ ملتی، اگر وہ تصوف اور اصلاح اخلاق کی طرف مائل ہوتے تو غزالی اور رومی سے کم نہ ہوتے۔[مولانا آزاد، شخصیت، سیاست اور پیغام]

کارنامے

یقیناً مولانا آزادؒ کی شخصیت ستودہ صفات، مجموعہ ملکات اور جامع الکمالات تھی، مولانا آزادؒ پوری زندگی اسلام کی دعوت وتبلیغ، قرآن کی تفسیر وتشریح، حدیث کی ترجمانی واشاعت، ملک وملت کی آزادی وآبیاری اور دیگر علمی واصلاحی کاموں میں متحرک اور سرگرم عمل رہے اور کارہائے نمایاں دیے، ان کے یہ تمام کارنامے ہم سب کے لیے بہترین مشعل راہ ہیں اور بڑے قیمتی ورثے ہیں، ان انمول ورثوں میں ان کی تفسیر ترجمان القرآن نہایت ہی وقیع اور قابل قدر ورثہ ہے۔

تفسیر کا تعارف

تفسیر ترجمان القرآن مولانا آزادؒ کا شاہکار ہے اور ان کی ستائیس سالہ قرآنی غور وفکر کا نتیجہ ہے، جس کے لکھنے کا آغاز ۱۹۱۶ء میں ہوا اور ۲۰/ جولائی ۱۹۳۰ء کو یہ مکمل ہوئی، مولانا کی زندگی میں اس تفسیر کی پہلی جلد سورۂ فاتحہ تا سورۂ انعام پہلا ایڈیشن جید برقی پریس دہلی سے ۱۹۳۱ء میں اور اس کی دوسری جلد مدینہ برقی پریس بجنور سے ۱۹۳۶ء میں شائع ہوئی تھی، ان کی وفات کے بعد عبدالقیوم خطاط کے یہاں سورۂ نور کا کتابت شدہ ترجمہ اور حواشی دستیاب ہوگئے۔ بحوالہ ترجمان: ۱/ ۵۴۹] ساہتیہ اکیڈمی نئی دہلی نے ان دو جلدوں کو بشمول سورہ نور اب چار جلدوں میں نہایت اہتمام کے ساتھ شائع کیا ہے، اس کی جلد اول کا سب سے پہلا ایڈیشن، ۱۹۶۴ء میں جلد دوم، ۱۹۶۶ء میں جلد سوم کا سب سے پہلا ایڈیشن اور جلد چہارم ۱۹۷۱ء میں شائع ہوئی۔

تفسیر کی تکمیل

مولانا آزادؒ اپنی یہ تفسیر مکمل نہ کر سکے لیکن آزاد شناس صاحب علم وقلم مولانا غلام رسول مہر نے الہلال، البلاغ، اور مولانا آزادؒ کی مختلف تحریروں کی مدد سے باقی ماندہ سورتوں (سورۃ النور-سورہ ناس) کا ترجمہ وتفسیر جمع کر کے ایک جلد میں مرتب کر دیا، یہ جلد باقیات ترجمان القرآن کے نام سے شیخ غلام علی اینڈ سنز نے لاہور سے شائع کی ہے نیز شیخ التفسیر والحدیث مولانا محمد عبدہ نے بھی باقی ماندہ سورتوں (سورہ فرقان-سورہ ناس) کے ترجمہ وتفسیر کا کام شروع کیا، اور بحسن خوبی اس عظیم کام کو پورا کیا، مکتبہ اشاعت القرآن دہلی نے ۲۰۰۲ء میں اس کو ترجمان القرآن جلد پنجم کے نام سے نہایت ہی اہتمام بلیغ کے ساتھ شائع کیا، ترجمان القرآن کے قدردانوں کے لیے یہ بہت ہی قیمتی سرمایہ اور بیش بہا نعمت ہے، یقیناً مولانا محمد عبدہ نے بڑی محنت کی ہے اور کامیاب کوشش کی ہے، ڈاکٹر مقبول احمد نے ان کی اس سعی مشکور کی بجا تعریف کی ہے کہ: سورہ

الفرقان سے لے کر سورہ الناس تک بارہ پاروں کا ترجمہ مع تفسیر سامنے نہیں آسکا تھا، آخر اسے پایہ تکمیل تک پہنچانے کا بیڑا شیخ التفسیر والحدیث مولانا محمد عبدہ نے اٹھایا اور کئی برسوں کی محنت شاقہ کے بعد مولانا آزادؒ کے دیگر مضامین اور تحریروں سے بقیہ سورتوں کا ترجمہ اکٹھا کیا اور جس قدر تفسیر مل سکی، اسے بھی جمع کیا، پھر بھی جن آیتوں کا ترجمہ کہیں نہیں مل سکا، مولانا آزادؒ کے اسلوب سے زیادہ ملانے کی کوشش کرتے ہوئے خود مکمل کر دیا، قارئین دیکھیں گے کہ بفضلہ تعالیٰ انھوں نے یہ مشکل کام کتنی کامیابی کے ساتھ انجام دیا ہے۔[ملاحظہ ہو: حرفے چند: ۵/ ۳]

اسی طرح مشہور عالم دین مولانا محمد حنیف ندویؒ نے مولانا محمد عبدہ کی اس سعی بلیغ کی بڑی تحسین فرمائی ہے کہ ترجمان القرآن کی یہ پانچویں جلد اگرچہ براہ راست مولانا آزادؒ کی تصنیف نہیں کہلائے گی، مگر ان معنوں میں مولانا کے افکار کی آئینہ دار ہے کہ اس میں الہلال، البلاغ اور ترجمان القرآن میں جابجا بکھرے ہوئے ان تمام موتیوں کا ایک لڑی میں پرو دیا گیا ہے، جن کا تعلق تفسیری فوائد سے تھا اور جہاں مولاناؒ کی کوئی تحریر نہیں ملی، وہاں مولانا نے تسلسل کو قائم رکھنے کے لیے توضیحی نوٹ لکھ کر کتاب کی افادیت کو بڑھا دیا ہے۔[حرفے چند، ترجمان: ۵/ ۳،۴]

تلخیص ترجمان القرآن

تفسیر ترجمان القرآن اپنی جامعیت اور اسلوب بیان کی بنا پر ایک معیاری اور مقبول تفسیر ہے اور یہ تفسیر پانچ ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے، عرصہ سے ضرورت محسوس کی جا رہی تھی کہ ایک جلد میں تلخیص ترجمان القرآن ترتیب دی جائے، تاکہ ترجمان القرآن کی زیادہ سے اشاعت ہو اور ہر عام وخاص کو اس سے استفادہ میں سہولت وآسانی ہو، الحمدللہ اس اہم ترین خدمت کی سعادت مولانا ابومسعود اظہر ندوی کے حصہ میں آئی، انہوں نے بڑی عرق ریزی کے بعد تلخیص ترجمان القرآن کی ترتیب کا کارنامہ انجام دیا، مولانا آزادؒ ریسرچ انسٹی ٹیوٹ نئی دہلی نے ۲۰۰۶ء میں اس کی اشاعت کر کے قرآن مجید کے طالبین کو اور مولانا آزادؒ کے معتقدین کو بیش بہا تحفہ فراہم کر دیا اور اس طرح مولانا آزادؒ کی دیرینہ خواہش کی تھوڑی بہت تکمیل ہوگئی، جو انہوں نے ترجمان القرآن کی پہلی جلد کے مقدمہ میں ظاہر کی ہے کہ عام مطالعہ واشاعت کے لیے ضروری ہے کہ ترجمان القرآن کو مختلف صورتوں، مختلف ترتیبوں اور مختلف قسم کے ایڈیشنوں میں اس طرح اور اتنی بڑی تعداد میں شائع کیا جائے کہ مسلمانوں کا ہر طبقہ اور ہر فرد اس سے فائدہ اٹھا سکے اور کوئی مسلمان گھر اس سے خالی نہ رہے۔[ترجمان القرآن: ۱/ ۱۱]

تفسیر کی زبان وبیان

تفسیر ترجمان القرآن اردو تفاسیر میں بہترین اضافہ ہے اور علمی دنیا کا عظیم سرمایہ ہے اور بلند مقام بھی رکھتی ہے، یہ ایک آسان اور عام فہم تفسیر ہے، جس کے ذریعہ سے قرآن مجید کے پیغامات کو عوام وخواص آسانی سے سمجھ سکتے ہیں اور اپنے قلب ونظر کو پورے طور پر منور کر سکتے ہیں اور اس تفسیر سے عصر حاضر کے لوگوں کے ذہن ودماغ کی تسکین کے اسباب بھی فراہم ہوتے ہیں کیوں کہ مولانا آزادؒ نے اس میں زبان سلیس، آسان اور سادہ استعمال کی ہے، اسلوب بیان بھی عام فہم اور دلکش اور استدلال کا انداز بھی نرالا ہے اور علمی وقرآنی معارف ومعلومات کا بقدر ضرورت ذخیرہ بھی موجود ہے، مولانا آزادؒ نے بطور تشکر وامتنان خود تحریر فرمایا ہے کہ: بعض داعیان حق وعلم کے اصرار سے اپنے انداز ممتاز و بلاغت وانشاء مخصوص وفہم حقائق، معارف قرآنیہ وضروریات واحتیاجات وقت کو ملحوظ رکھ کر قرآن حکیم کا یہ اردو ترجمہ نہایت سلیس، عام فہم، معنی خیز، حقیقت فرما عبارت میں مرتب کیا۔ [البلاغ، ۱۲/ نومبر ۱۹۱۵ء]

مولانا آزادؒ نے تفسیری نوٹ میں سادہ اسلوب بیان کو ملحوظ رکھا ہے، چنانچہ نظام ربوبیت سے وجود معاد پر استدلال کرتے ہوئے سورۂ فاتحہ کی تفسیر میں ایک جگہ یوں تحریر فرمایا کہ: ہم نے یہ مطلب اسی سادہ طریقہ پر بیان کر دیا جو قرآن کے بیان وخطاب کا طریقہ ہے۔[ترجمان القرآن: ۱/ ۸۹] سچی بات یہ ہے کہ مولانا آزادؒ نے قرآنی تعلیمات کی اشاعت وتبلیغ کو اپنے مثالی جذبے کی بنا پر اپنے اسلوب بیان کو زیادہ سہل اور عام بنایا اور مزید تجربہ کر کے زیادہ سے زیادہ آسان زبان اختیار کی، چنانچہ وہ رقم طراز ہیں کہ: میں نے تجربہ کے لیے سورۂ بقرہ کا مجرد ترجمہ پندرہ برس کے لڑکے کو دیا جو اردو کی آسان کتابیں روانی کے ساتھ پڑھ لیتا تھا، پھر ہر موقع پر سوالات کر کے جانچا، جہاں تک مطلب سمجھ لینے کا تعلق ہے، وہ ایک مقام پر بھی نہ اٹکا اور تمام سوالوں کے جواب دیتا گیا، پھر ایک دوسرے شخص پر تجربہ کیا جس نے بڑی عمر میں لکھنا پڑھنا سیکھا اور ابھی اس کی استعداد اس سے زیادہ نہیں کہ اردو کے تعلیمی رسائل بآسانی پڑھ لیتا تھا، یہ تین جگہ فارسی لفظوں پر اٹکا، لیکن مطلب سمجھنے میں اسے بھی رکاوٹ پیش نہ آئی، میں نے وہ الفاظ بدل کر نسبتاً زیادہ سہل الفاظ رکھ دیے۔ [ترجمان القرآن: ۱/ ۴۱]

تفسیر کی مقبولیت

زبان وبیان کی ان ہی خصوصیات کی بنا پر

ترجمان القرآن کو قبولیت اور پسندیدگی حاصل ہوئی، عوام وخواص نے اس کی اشاعت پر اس کو ہاتھوں ہاتھ لیا اور قلب ونظر کا تسلی آمیز اور فرحت بخش سامان بنا لیا اور خوب خریدا اور پڑھا، چنانچہ مولانا آزادؒ نے مولانا غلام رسول مہرؒ کے نام خطوط میں لوگوں کی اس وارفتگی اور شوق کا تشکر آمیز ذکر کیا ہے، وہ لکھتے ہیں:

ملک میں ایک خاص تعداد ایسے لوگوں کی ہے جو میرے قلم سے نکلی ہوئی چیز پڑھنا چاہتی ہے اور وہ ہر حال میں پڑھتی ہے، اور شاید اردو مطبوعات میں ترجمان القرآن پہلی کتاب ہے جسے لوگوں نے اس قدر زور وعشق کے ساتھ خریدا ہو، پڑھا ہو۔ [نقش آزاد، ص/۳۴] اور مولانا آزادؒ نے ترجمان القرآن دوسری جلد کی اشاعت کے موقع پر ایک دوسرے خط میں لکھا کہ پہلی جلد کے تمام خریدار دوسری جلد کے لیے چشم براہ ہیں، حتیٰ کہ کہا جاسکتا ہے کہ تمام خریدار متعین اور مشخص ہیں، کتاب نکلتے ہی پانچ ہزار خریدار آمادہ ومنتظر ملیں گے۔ [حوالہ سابق، ص/ ۶۸]

درحقیقت ترجمان القرآن میں مولانا آزادؒ کی آسان زبان وبیان، طبعی اسلوب وادا اور خاص طرز استدلال واستنتاج نے عوام وخواص کے دلوں کو موہ لیا اور ترجمان القرآن کو عامۃ الناس میں بڑی مقبولیت حاصل ہوئی، صدر جمہوریہ ہند ڈاکٹر ذاکر حسین نے اس تفسیر کی تعریف وتحسین کرتے ہوئے اس کی قبولیت وپسندیدگی کا سبب یوں بیان فرمایا ہے کہ: ترجمان القرآن کو یہ غیر معمولی مقبولیت خصوصاً تعلیم یافتہ طبقے میں دو وجہوں سے حاصل ہوئی، ایک تو مولاناؒ کی زبان اور ان کے بیان میں وہ غضب کی دلکشی ہے، جس نے ان کے ترجمے اور تفسیری اشارات میں اردو ادب کے ایک شاہکار کی شان پیدا کردی ہے، دوسرے وہ روح عصر کے محرم ہیں اور کلام الٰہی کے مطالب کو اس حکیمانہ انداز میں سمجھاتے ہیں جس سے نئے زمانے کے تنقیدی ذہن کی بھی تسکین ہو جاتی ہے۔ [پیش لفظ: ۱/ ۲،۱]

اور سابق معتمد تعلیم ندوۃ العلماء مولانا ڈاکٹر عبداللہ عباس ندویؒ اس تفسیر کی زبان وبیان اور انداز استدلال کی تعریف کرتے ہوئے رقم طراز ہیں کہ:

مولانا آزادؒ کی تفسیر ترجمان القرآن زبان وبیان اور استدلال کی منطقیت کے لحاظ سے اس درجہ کی ہے کہ کوئی اردو تفسیر وترجمہ مولانا شاہ عبد القادر دہلویؒ اور مولانا اشرف علی تھانویؒ کے ترجموں کی خصوصیات کا استثناء کرتے ہوئے اس کی ہمسری نہیں کرسکتی۔ [نگارشات/ ۵۷]

ترجمان القرآن کی عظمت اور اس کی افادیت کے سلسلہ میں ماہر اسلامیت ولسانیات مولانا مسعود عالم ندویؒ کا قول آب زر سے لکھنے کے قابل ہے، وہ تحریر فرماتے ہیں کہ: مولانا ابو الکلام آزادؒ کی تفسیر ترجمان القرآن کی ہمسری کسی بھی زبان کی کوئی تفسیر نہیں کرسکتی ہے۔ [ہفتہ وار جریدہ ''الفتح'' قاہرہ، ۱۹۳۴ء]

ترجمان کی دیگر خوبیاں

فی الواقع تفسیر ترجمان القرآن ذخیرۂ تفاسیر میں ایک منفرد تفسیر ہے، اس کی بہت سی خوبیاں اور خصوصیات ہیں، اس کی مثالی ترتیب، وضاحتی ترجمہ، تفسیری نوٹس، طبعی اسلوب اور کچھ دیگر اہم خصائص کے بارے میں مولانا آزادؒ کا درج ذیل طویل اقتباس بہترین شہادت ہے، مولانا فرماتے ہیں کہ:

اس کی ترتیب سے مقصود یہ ہے کہ مطالب قرآن کے فہم وتدبر کے لیے ایسی کتاب تیار ہو جائے جس میں کتب تفسیر کی سی تفصیلات تو نہ ہوں لیکن وہ سب کچھ ہو، جو قرآن کو ٹھیک ٹھیک سمجھ لینے کے لیے ضروری ہے، اس غرض سے جو اسلوب اختیار کیا گیا ہے امید ہے کہ اہل نظر اس کی موزونیت بیک نظر محسوس کرلیں گے۔

پہلے کوشش کی ہے کہ قرآن کا ترجمہ اردو میں اس طرح مرتب ہو جائے کہ اپنی وضاحت میں کسی دوسری چیز کا محتاج نہ رہے، اپنی تشریحات خود اپنے ساتھ رکھتا ہو، پھر جابجا نوٹوں کا اضافہ کیا ہے، جو سورہ کے مطالب کی رفتار کے ساتھ ساتھ برابر چلتے ہیں اور جہاں کہیں ضرورت دیکھتے ہیں، مزید رہنمائی کے لیے نمودار ہو جاتے ہیں، یہ قدم قدم پر مطالب کی تفسیر کرتے ہیں، اجمال کو تفصیل کا رنگ دیتے ہیں، مقاصد وجوہ سے پردے اٹھاتے ہیں، دلائل وشواہد کو روشنی میں لاتے ہیں، احکام ونواہی کو مرتب ومنضبط کرتے ہیں اور زیادہ مختصر لفظوں میں زیادہ سے زیادہ معانی ومعارف کا سرمایہ فراہم کرتے جاتے ہیں، یہ گویا قاری قرآن کے لیے تفکر وتدبر کی روشنی ہے، جو بحکم "نُورُهُمْ يَسْعَىٰ بَيْنَ أَيْدِيهِمْ" [سورہ الحدید/ ۱۲] اس کے ساتھ ساتھ چلتی رہتی ہے اور کہیں بھی اس کا ساتھ نہیں چھوڑتی، یہ حقیقت پیش نظر رہے کہ ترجمان القرآن کے نوٹ، تشریح ووضاحت کا ایک مزید درجہ یہ ہے کہ پوری احتیاط کے ساتھ ایسا طریق بیان اختیار کیا گیا کہ لفظ کم سے کم ہیں، لیکن ارشادات زیادہ سمیٹ لیے گئے ہیں جس چیز کی لوگ کمی پائیں گے وہ صرف مطالب کا پھیلاؤ ہے، نفس مطالب میں کوئی کمی محسوس نہ ہوگی، ہر لفظ اور ہر جملہ پر جس قدر غور کیا جائے گا، مطالب ومباحث کے نئے نئے دفتر کھلتے جائیں گے۔ [ترجمان القرآن: ۱/ ۴۷-۵۰]

(جاری)

تعلیم وتربیت

اساتذہ ومدرسین علوم نبوت کی
نمایاں اور امتیازی خوبیاں

ادارہ

دین اسلام کی جامعیت کمال اور بلندی ہر ہر جہت سے اکمل ومکمل ہے، ان کمالات ومحاسن اور فضائل ومناقب میں سے ایک نمایاں خوبی اور ممتاز وصف ''علم وحی'' ہے، قرآن وسنت نے جابجا مختلف مقامات پر حصول علم کی ترغیب وتشویق دے کر یہ امر واضح کردیا ہے کہ ایک عالم وعارف کبھی بھی کسی جاہل ونادان کے برابر نہیں ہوسکتا، ان کے درمیان کسی مساوات وہمسری کا تصور ہی نہیں کیا جاسکتا، یہ ''علم'' ہی ہے جس کی طرف سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی نسبت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ''میں معلم واستاذ بنا کر بھیجا گیا ہوں''۔

یہ کتاب وسنت کا علم ہی تھا جس نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو 'صدیق اکبر'، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو 'فاروق اعظم'، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو 'ذی النورین' اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو 'باب دار حکمت' بنادیا تھا، یہی وجہ ہے کہ اب بھی اس گئے گذرے دور اور معاشرے میں جو حضرات تعلیم وتعلم دین سے منسلک اور وابستہ ہیں، ان کی حیثیت مرتبت اور اہمیت مسلم ہے، بقول حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ:

''تعلیم (دین) کی حالت دوسرے کاموں کے مقابلے میں ایسی ہے جیسے انجن کا پہیہ کہ اس کے چکر پر تمام گاڑیوں کو حرکت ہوتی ہے، اگر اس کی حرکت بند ہو جائے تو تمام گاڑیوں کی حرکت بند ہو جائے، مگر اس کی ضرورت کا احساس لوگوں کو نہیں ہوتا، درس وتدریس (دین) سب محکموں کی روح ہے، خواہ تقریر ہو، خواہ تحریر، خواہ تصنیف، سب اسی تعلیم (دین) کی فرع ہیں، مگر اس وقت سب سے زیادہ اسی کو بے کار سمجھ رکھا ہے، عام طور سے لوگوں کی نظر میں علماء کی وقعت کم ہے۔ (تحفۃ العلماء: ۱/ ۶۹)

آج کے مادہ پرست، ظاہر بیں اور بناوٹ شعار زمانے میں مجموعی طور پر 'مدارس دینیہ' بحمد اللہ ایک معلم ومدرس کو اس کا وقار وعزت ویسے ہی فراہم کرتے ہیں، جو اس کے منصب ومقام کا تقاضا ہے، مرور ایام نے جہاں طلبہ علوم دینیہ کو تن آسان، سہل پسند اور غفلت کا خوگر بنادیا ہے وہاں اساتذہ اور مدرسین علوم نبویہ کی ذمہ داریاں اور ان کے بلند رتبہ ومقام کے تقاضے بھی پہلے سے کئی گنا بڑھ چکے ہیں، سستی، بے فکری اور عدم توجہی کی اس تاریک وسیاہ فضا میں وہ کون سے ایسے قابل توجہ اسباب وعوامل ہیں جن کو برت کر ایک کامیاب مدرس ومعلم اپنے متعلمین ومنتسبین کی صلاحیتوں کو دو آتشہ بنا سکتا ہے؟ جن سے استفادہ کرکے وہ اپنے لیے کامیابی وکامرانی کی راہیں ہموار کرسکتا ہے؟ جن کی بنیاد پر امت بیضا کو معتبر رجال کار اور مستند افراد دین مہیا کیے جاسکتے ہیں؟ آیئے! ایک اجمالی، مگر موثر انداز میں ان سوالات کا جواب تلاش کریں:

۱۔ وقت کی پابندی

پابندیٔ وقت ہر عقل مند انسان کی خوبی ہے، تھوڑے وقت میں زیادہ کام کرنے اور کروانے کا بنیادی اصول مقررہ وقت کا بھرپور اور درست استعمال ہے، اپنے وقت کی کامل حفاظت اور اسے تول تول کر خرچ کرنا ہی کامیاب تدریس کی جانب پہلا قدم ہے، اس حوالے سے ذرا سی بے التفاتی و بے توجہی اور تساہلی نہ صرف آپ کے علمی، عملی اور اخلاقی رویے کے منافی ہے، بلکہ آپ کے زیر تدریس شاگردوں پر بھی اس کے برے اور منفی اثرات پڑ سکتے ہیں جو یقیناً ان کے بہتر مستقبل کے حوالے سے زہر قاتل ہے، وقت کا التزام یہ تو اچھی اور قابل تحسین عادت وصفت ہے، البتہ نہ اپنے گھنٹے سے قبل دوسرے استاد کے گھنٹے کا وقت لیا جائے اور نہ مقررہ وقت ختم ہونے کے بعد دوسرے مدرس کے اوقات میں بے جا دخل اندازی کی جائے، متعین ساعتوں میں اپنی بات سمیٹنا اور تکمیل تک پہنچانا اخلاقاً وشرعاً آپ کی ذمہ داری ہے۔

۲۔ تفہیم سے قبل تفہم

وقت کو معتدل انداز میں اسی وقت اپنے لیے کارآمد اور مفید بنایا جاسکتا ہے جب آپ تعلیم گاہ میں جانے سے پہلے متوقع سبق کو خوب اچھی طرح دیکھ چکے ہوں، بسا اوقات عبارت میں کسی قسم کی غلطی وابہام کی وجہ سے صحیح معنی اور مفہوم اخذ نہیں ہو پاتا، چنانچہ اس مرحلہ کو اگر پہلے ہی عبور کرلیا جائے تو یقیناً آپ مکمل اطمینان وسکون کے ساتھ طلبہ کو سمجھا سکتے ہیں، اسی طرح عبارت کے مالہ وما علیہ کی آگاہی اور واقفیت سے افہام کا راستہ آسان اور سہل ہو جاتا ہے، سبق کی روانی اور رفتار بھی متاثر نہیں ہوتی، یاد رکھیے! سمجھانے سے قبل سمجھنا،

بولنے سے پہلے سوچنا اور کرنے سے پیشتر نتائج پہ نظر رکھنا آپ کے انداز تدریس اور معیار پر خوش گوار اور دیرپا اثر ڈال سکتا ہے۔

۳۔اسلوب تعلیم

ہر انسان کو خالق کائنات نے مختلف خوبیوں اور محاسن سے نوزا ہے، یہ ضروری نہیں کہ ایک اچھائی اور خوبی کسی انسان میں ہو تو لازماً دوسرے فرد میں بھی پائی جائے، مگر چند ایسی صفات ضرور ہیں جو مشترکہ طور پر ہر انسان کو قدرت کی طرف سے ودیعت کی گئی ہوتی ہیں، یہ الگ بات ہے کہ کون کتنا اور کس خوبی سے اس کو اپنے تصرف میں لاکر اپنے لئے ترقی کی منزلیں قریب کرتا ہے، ایک مقبول اور ہر دل عزیز استاذ کی پہچان اور اس کا تعارف یہ ہے کہ وہ سبق اور درس کو شاگرد کے ذہن وفہم کے قریب لے آئے، یہ قرب ونزدیکی اس قدر ہو کہ کوئی طالب علم اس کتاب وسبق سے وحشت وتنگی اور بعد محسوس نہ کرے؛ لیکن یہ کیسے ممکن ہے؟ جواب بہت سیدھا اور آسان ہے، درس ہمیشہ تقطیع اور تجزی کے اصول پر پڑھایا جائے یعنی دانشگاہ میں قدم رکھنے سے قبل ہی آپ ذہناً اس بات کو مختصر کرلیں کہ آج میرے سبق میں کتنی باتیں، کتنے مباحث، کتنے فائدے اور کتنے نکات ہوں گے؟ اس تعین وتحدید کے بعد عبارت پر ان کو منطبق کردیں، ان شاء اللہ العزیز کامیابی آپ کے قدم چومے گی۔

٤۔طلبہ کی استعداد

بلاشبہ ہر اچھے مدرس کی تمنا اور آرزو ہوتی ہے کہ اس کے طلبہ علمی لیاقت اور فنی استعداد میں مضبوط اور پختہ ہوں، اس خواہش کے شگوفے اسی وقت چٹکیں گے، جب آپ طلبہ کو بھی اپنے تدریسی عمل کا حصہ بنالیں، اس کی پہلی صورت تو یہ ہے کہ روزانہ ان سے عبارت خوانی کروائی جائے، 'سب نہ سہی، ایک سہی، زیادہ نہ سہی، مختصر سہی' کے اصول اور ضابطے کو سامنے رکھ کر چلا جائے تو بہت کچھ پایا جاسکتا ہے، دوسری صورت یہ ہے کہ گزشتہ سبق کا حتی الامکان اعادہ کروائیں، چاہے خود سن کر یا آپس میں تقسیم کرکے، تیسری صورت یہ ہے کہ ہفتے ہفتے میں سابقہ خواندگی کا سرسری؛ لیکن تنقیدی جائزہ لیں، ان امور کی رعایت سے استاذ کے ذہن میں خود بھی نئی باتیں اور اچھوتے خیالات جنم لیتے ہیں جو عمل کی بھٹی سے نکل کر کندن کی صورت اختیار کر جاتے ہیں، ضرورت ہے فقط ہمت اور حوصلہ کی۔

۵۔مصطلحات فن اور طلبہ

اولین اور بنیادی درجات میں اس بات کا التزام ولحاظ رکھا جائے کہ طلبہ کو صرف ونحو، فقہ و اصول فقہ، اصول تفسیر وحدیث اور منطق وبلاغت کی مصطلحات واصطلاحات خوب ازبر ہوں، شروع میں اس اہم اور طالب ریاضت مرحلے کو نظر انداز کردینے کی مضرت اور نقصان آخر تک نظر آتا ہے، ابتدائی طالب علموں کے اذہان وافکار اس خام مال کی مثل ہیں، جسے ماہر اور موقع شناس کاریگر کسی بھی عمدہ سانچے اور خوبصورت ظرف میں ڈھال سکتا ہے، چنانچہ اس وقت کا کامیاب استعمال اسی صورت ممکن ہے جب ان تازہ ذہنوں کو حذاق و مشاق مدرس اپنے متعلقہ فن کی موٹی موٹی تعریفات مع امثال یاد کرادے، جو آگے چل کر ان کے لیے مطولات کے سمجھنے میں مددگار ثابت ہوگا۔

٦۔علمی تشنگی کی آبیاری

حدیث مبارک میں رسول معلم صلی اللہ علیہ وسلم نے اچھے اور نکتہ رس سوال کو "آدھا علم" فرمایا ہے، سوال یہ ہے کہ طالبان علوم نبوت میں علمی پیاس اور تشنگی کا ذوق وشوق کیسے اور کیوں پیدا ہوسکتا ہے یا کیا جاسکتا ہے؟ اس کا حل احادیث مبارکہ کی کتب میں موجود ہے، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے، ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی جماعت سے ایک سوال فرمایا، کسی کو جواب نہ آیا میں جان گیا کہ اس سوال کا کیا جواب ہے؛ لیکن بوجہ شرم وحیا اور صغرسنی کے مجھے بولنے کی ہمت نہ ہوئی، شیخ عبدالفتاح ابوغدہؒ اپنی کتاب "الرسول المعلم صلی اللہ علیہ وسلم" میں مندرجہ حدیث شریف کے حاشیہ میں رقم طراز ہیں:

"استاذ کے لیے مستحب ہے کہ وہ اپنے متعلمین ومستفیدین سے ازخود سوال کرے، جس کے ذریعے ان کے اندر فہم کی جانچ وپرکھ کے ساتھ ساتھ، ان میں غور وفکر اور سوچ بچار کی جانب رغبت وشوق پیدا کرنے کی کاوش ہو، اگرچہ معلم طلبہ کے سامنے اس بات کو اس انداز میں بیان کرچکا ہو، کہ وہ اپنی کم فہمی اور ناسمجھی کی بنا پر اس سوال کی گہرائی اور حقیقت تک نہ پہنچ سکے ہوں۔ (ص/۱۰۸)

۷۔ دوران درس ناصحانہ کلمات

والد اور استاذ کے مابین کلیدی فرق وامتیاز یہ ہے کہ باپ اپنے بچے کی مادی اور ظاہری وجسمانی نشوونما کرتا ہے، جب کہ ایک مشفق ومہربان مدرس اپنے زیر نگرانی شاگرد کی باطنی وقلبی اور روحانی تربیت کا فریضہ سرانجام دیتا ہے، ہر باصلاحیت معلم اور جوہر شناس استاد کی نظر ہمہ وقت اپنی روحانی اولاد کی سیرت وکردار پہ رہتی ہے اور کیوں نہ ہو؟ کہ اس قیمتی اور زریں دور کی کمی اور کجی پوری عمر کا روحانی

روگ بن سکتی ہے، اس لیے ضرورت اس امر کی ہے کہ حقیقت پسند اور نفسیات شناس مدرس اپنے آپ کو فقط کتاب کی تدریس وتعلیم تک محدود نہ کرے، بلکہ دوران درس کوئی نصیحت آموز کلمہ، کوئی فکر انگیز واقعہ، کوئی نظریہ ساز جملہ کہہ کر اپنے زیر تربیت نونہالوں کی عملی زندگی کا دھارا بدلنے میں مثبت اور نتیجہ خیز کردار بھی ادا کرے۔

۸۔معتدل مزاجی

طلبہ کے ساتھ اعتدال، میانہ روی اور دوستانہ رویہ ان کی فکری، علمی اور ذہنی صلاحیتوں کو ابھارنے اور نکھارنے میں بے حد مفید ومعاون ثابت ہوتا ہے، خشک مزاجی، بے جا غصہ کا اظہار اور اعتدال سے بڑھی ہوئی سختی اور تشدد آپ کو طالب علم سے دور کردیتی ہے، وہاں افراط کا شکار، نرمی، طبیعت میں عدم سلیقے کا عنصر اور طلبہ سے فضول گپ شپ بھی درس گاہ کے عمومی اور آپ کے پڑھانے کے خصوصی ماحول کو متاثر وبدنما کرتی ہے، ایسی فضا اور ماحول، جس میں توسط واعتدال کا رنگ ووصف نمایاں اور عیاں ہو، آپ کی ذہنی پختگی اور بہترین انتظام کا مظہر سمجھی جائے گی ورنہ اس معاملے میں کسی بھی قسم کی کمی یا کوتاہی سے پیدا ہونے والے نتائج کا سدباب ناممکن اور محال ہے۔

۹۔ طلبہ میں امتحان کا شعور اجاگر کرنا

ایک کسان کے لیے انتہائی خوشی اور مسرت کا سب سے بڑا وہ لمحہ ہوتا ہے جب اسے اپنے ہاتھوں بویا ہوا بیج ایک لہلہاتی ہوا کے دوش پر لپکتی اور ہری بھری فصل کی صورت میں نظر آتا ہے، بالکل اسی طرح صاحب دل استاذ کے لیے راحت وعزت کا مکمل سامان اس وقت میسر ہوتا ہے جب اس کے ہونہار طلبہ امتیازی اور نمایاں حیثیت ومرتبہ حاصل کریں، اگرچہ امتحان دینا شاگرد اور متعلم کا کام ہے، مگر اس کی تیاری کے لیے لائحہ عمل، طریقہ امتحان کی وضاحت اور لکھنے کے ڈھنگ کی صورت گری جیسے مراحل استاذ کے ہاتھوں ہی وقوع پذیر ہوتے ہیں، جائزہ چاہے تحریری ہو یا تقریری، ہر دو کے لیے چند راہ نما اور سود مند ہدایات بتلانے سے طالب علم کا حوصلہ بڑھتا ہے، اسے ڈھارس ملتی ہے، اسے یقین ہوجاتا ہے کہ ایک قوت میری سرپرستی اور راہ دکھلانے والی موجود ہے، اس احساس کا منطقی نتیجہ بہت خوشگوار اور فرحت بخش ہوتا ہے۔

۱۰۔ اساتذہ ومدرسین میں باہم جوڑ اور اتفاق

کوئی ادارہ، جماعت اور معاشرہ ایک فرد و انسان سے مکمل وتام نہیں ہوتا، مختلف مزاج اور متفرق طبیعتیں مل کر ہی کسی مدرسہ، اسکول اور گھر کو وجود بخشتی ہیں، ان الگ الگ مزاجوں اور طبیعتوں کا کسی امر پر متفق ومتحد ہوجانا، اس کی پائیداری، مضبوطی اور پختگی کے لیے بنیادی وکلیدی اہمیت رکھتا ہے، اس کے برعکس افتراق وانتشار، فتنہ وفساد اور ٹوٹ پھوٹ کے سوا کچھ ہاتھ نہیں آتا، قابل، محنتی اور مخلص استاذ ہمیشہ ایثار پیشہ، منکسر النفس اور اعمال صالحہ کا حریص ہوتا اور رہتا ہے، اس کی ابتدا سے یہ کوشش وسعی ہوتی ہے کہ اس کا کردار اور شخصیت مدرسہ، اسکول اور ادارے کے مجموعی ماحول کے لیے تکدر اور خرابی کا باعث وسبب نہ بنے، اس کے کسی قول وعمل سے دوسرے کی دل آزاری، دل شکنی اور دل شکستگی نہ ہو، ایک شخص اور فرد کا یہ عزم، ارادہ اور نیت پورے ادارے اور جماعت کے استحکام ودوام کا ذریعہ بن سکتا ہے، وگرنہ ایک چنگاری ہی پورے ڈھیر کو راکھ بنادینے کے لیے کافی ہوجاتی ہے، اللہ رب العزت ہم سب کو صحیح معنوں میں دین کا خادم و سپاہی بنائے، آمین۔

☆☆☆☆☆

خوش خبری

بین الاقوامی معلومات (جنرل نالج)

از مولانا سید عنایت اللہ ندوی (استاذ دارالعلوم ندوۃ العلماء)

کا جدید ایڈیشن تازہ جانکاریوں کے ساتھ شائع ہوکر منظر عام پر آچکا ہے، جس میں موجودہ عالمی حالات پر تبصرہ کے ساتھ جغرافیہ، مذاہب، قدیم تہذیبوں، تمدنوں، سلطنتوں، زبانوں، ملکوں، سیاسی ومعاشی نظاموں، ایجادات وانکشافات کے متعلق بیش بہا معلومات درج ہیں۔

صفحات: ۵۹۲ قیمت: ۲۵۰

شائع کردہ: ادارہ نشریات علم ودین، لکھنؤ

موبائل نمبر 9506480396,8090295084

فقہ و فتاویٰ

سوال و جواب

مفتی محمد ظفر عالم ندوی

سوال: عازمین حج کو چھوڑنے ان کے رشتہ دار اور احباب اسٹیشنوں اور حج ہاؤس تک جاتے ہیں، اسی طرح واپسی میں استقبال کے لیے ایئرپورٹ تک آتے ہیں، ان میں مرد وعورت سب ہوتے ہیں، کیا شرعی نقطہ نظر سے یہ درست ہے؟

جواب: حجاج کرام کو چھوڑنے کے لیے اسٹیشنوں یا حج کمیٹیوں تک جانا ازروئے شرع درست ہے بلکہ باعث ثواب ہے، امام غزالیؒ نے احیاء العلوم میں حضرت حسنؓ کی یہ روایت نقل کی ہے کہ جب حاجی حج کے لیے روانہ ہوں تو تم ان کو وداع (چھوڑنے) کے لیے جاؤ اور دعاء خیر کے لیے ان سے درخواست کرو اور جب حج سے واپس آجائیں تو ان سے ملو اور مصافحہ کرو قبل اس کے کہ وہ دنیا کے کاموں میں لگ کر گناہوں میں مبتلا ہوجائیں بلاشبہ ان کے ہاتھوں میں برکت ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دعاء میں فرمایا: "اللّٰهم اغفر للحجاج ولمن استغفر له الحجاج". (اے اللہ تو حاجیوں اور ان لوگوں کی مغفرت فرما جن کے لیے حاجی تجھ سے مغفرت کی درخواست کریں)۔

البتہ عورتوں کا نکل کر اسٹیشنوں یا ایئرپورٹ تک جانا مناسب نہیں، علماء نے اس کو منکرات میں شامل کیا ہے، اور شوہر کو تاکید کی ہے کہ وہ اپنی عورتوں کو باہر نکلنے سے اس طرح کے مواقع سے بھی روکیں۔ [مجالس الابرار، ص:۱۳۵]

سوال: ایک بیمار شخص نے اپنا حج فرض اپنے ایک دوست سے حج بدل کے طور پر کرایا، ان کو یہ اندازہ تھا کہ اب میرا جانا ممکن نہیں۔ اللہ کے فضل سے دو تین سال کے علاج کے بعد اب وہ تندرست ہوگئے ہیں اب سوال یہ ہے کہ کیا اس کا حج ہوگیا یا ذمہ میں باقی ہے؟

جواب: حج بدل کے شرائط میں یہ ہے کہ عذر تاحیات باقی ہو۔ اب جب کہ یہ تندرست ہوگئے ہیں تو خود حج کرنا لازم ہے، حج بدل ان کے لیے کافی نہیں رہا، البتہ اس کا ثواب ان کو یقیناً ملے گا۔ [ردالمحتار:۲/۲۳۸]

سوال: کیا عورت حج بدل میں جاسکتی ہے؟ ایک عورت اپنی ماں کی طرف سے حج بدل کرنا چاہتی ہے، کیا اس کی گنجائش ہے؟

جواب: شوہر یا کوئی محرم ساتھ میں ہو تو عورت بھی حج بدل میں جاسکتی ہے، لیکن مرد کو حج بدل میں بھیجنا زیادہ بہتر ہے۔ [ردالمحتار:۲/۲۴۱]

سوال: کیا حج بدل میں جانے والا اپنے گھر کا خرچ اور ان ایام میں اس کی تجارت یا تنخواہ میں جو نقصان ہوا ہے اس کو حج بدل کرانے والے سے لے سکتا ہے؟

جواب: حج بدل کرانے والے سے گھر کا خرچ یا تجارت وتنخواہ کے نقصان کی تلافی کے لیے رقم لینا جائز نہیں ہے، فقہاء نے لکھا ہے کہ حج بدل پر اجرت لینا اور دینا جائز نہیں ہے۔ [الدر المختار:۱/۱۸۱]

سوال: کیا حج بدل میں ایسے شخص کو بھیجا جاسکتا ہے جس نے اپنا حج نہ کیا ہو تو کیا حج بدل ادا ہوجائے گا؟

جواب: حج بدل میں اس شخص کو بھی بھیجا جاسکتا ہے جس نے اپنا حج نہ کیا ہو، البتہ ایسے شخص کو بھیجنا افضل ہے جس نے اپنا حج فرض ادا کرلیا ہو، فتاویٰ ہندیہ میں صراحت موجود ہے: "لو أحج رجلاً لم يحج عن نفسه حجة الاسلام يجوز عندنا وسقط الحج عنه" [فتاوی ہندیہ:۱/۲۵۷] (اگر کسی نے ایسے شخص سے حج بدل کرایا جس نے اپنا حج فرض ادا نہ کیا ہو تو احناف کے یہاں یہ جائز ہے اور حج کرانے والے کے ذمہ سے فرض ادا ہوجائے گا)۔

سوال: جس نے اپنا حج فرض ادا نہیں کیا ہے اور نہ وہ اس کی استطاعت رکھتا ہے لیکن حج بدل میں جانے کی وجہ سے کعبہ پر نظر پڑنے سے اس پر کیا حج فرض ہوجاتا ہے؟

جواب: بعض علماء کا فتویٰ تو یہی ہے کہ خانہ کعبہ پر نظر پڑنے کے بعد ایسے شخص پر حج فرض ہوجاتا ہے، لیکن راجح قول یہ ہے کہ جس کو حج کی استطاعت نہیں ہے خانہ کعبہ پر نظر پڑنے اور دوسرے کی طرف سے حج کرنے کی وجہ سے اس پر اس سال حج فرض نہیں ہوجاتا ہے، بلکہ آئندہ اگر اس کو استطاعت ہوئی تب حج فرض ہوگا۔ علامہ ابن عابدین شامیؒ لکھتے ہیں: "میرا خیال ہے کہ غیر مستطیع اگر مکہ داخل ہوجائے تو اس پر حج واجب نہیں ہوگا۔ [ردالمحتار:۲/۲۴۱]

سوال: احرام کی چادر جو حج اور عمرہ میں استعمال ہوتی ہے، اس کو عام استعمال میں لایا جاسکتا ہے یا نہیں؟

جواب: حج اور عمرہ کے بعد اس کی چادر عام استعمال میں لائی جاسکتی ہے، اس کے ممنوع ہونے کی کوئی شرعی وجہ نہیں ہے۔

سوال: ایک شخص نے حج تمتع کے ارادہ سے سفر حج کیا اور تمام ارکان وفرائض بھی ادا کرلئے لیکن مجمع کی

زیادتی کی وجہ سے قربانی ادا نہ کرسکا اور نہ روزہ رکھنے کی طاقت ہے تو ایسی صورت میں اب یہ کیا کرے؟

جواب: مذکورہ صورت میں تین دم کے روپے مکہ مکرمہ بھجوانے ہوں گے اور کسی ایسے شخص کے حوالہ کرنے ہوں گے جو شخص مذکور کی طرف سے جانور خرید کر حرم میں ذبح کردے۔ (معلم الحجاج، ۲۳۰-۲۳۱)

سوال: ایک مدرسہ کے ذمہ دار نے چرم قربانی کی رقم سے مدرسہ کی ایک عمارت کی چھت بنوادی، ان کو یہ معلوم نہیں تھا کہ چرم قربانی کی رقم تعمیرات میں نہیں لگ سکتی ہے، اب اس کی تلافی یا جواز کی کیا صورت ہوگی؟

جواب: مذکورہ ذمہ دار مدرسہ پر واجب ہے کہ جتنی رقم تعمیر چھت میں لگی ہے وہ مدرسہ کے زکوٰۃ فنڈ میں جمع کردیں کیونکہ اس رقم کا مصرف نادار طلبہ ہیں نہ کہ تعمیرات، اپنی اس غلطی پر توبہ بھی لازم ہے۔

سوال: ایک شخص نے قربانی کا جانور خریدا لیکن ایام قربانی میں اسے ذبح نہ کرسکا اس صورت میں اب اس جانور کو کیا کرے؟

جواب: اس جانور کو زندہ صدقہ کرنا واجب ہے، شخص مذکور کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ کسی غریب، مستحق کو وہ جانور دیدے۔ (فتاویٰ ہندیہ، ۵/۲۹۶)

سوال: ایک عورت نے اپنے شوہر کے ساتھ حج کا فارم بھرا، شوہر کا پاسپورٹ بن گیا اور تاریخ بھی مقرر ہوگئی، اور وہ مجبوراً سفر پر روانہ ہوگئے، بیوی کا پاسپورٹ بعد میں بنا جس کی وجہ سے اسے مجبوراً تنہا بغیر محرم کے جانا پڑا، سوال یہ ہے کہ بلا محرم سفر پر جانے کی وجہ سے اس عورت کا حج ہوا یا نہیں؟

جواب: عورت کا بلا محرم تنہا سفر پر جانا شرعاً جائز نہیں، لیکن جب چلی گئی تو فریضہ حج ادا ہوجائے گا البتہ بلا محرم سفر کا گناہ ہوگا، فقہاء نے لکھا ہے کہ ایسا حج بالکراہت درست ہوگا: "فان حجت جاز مع الكراهة..الخ (سکب الانہر:۱/۲۳۶)

سوال: ایک حاجی نے دس ذی الحجہ کو پہلے طواف زیارت کرلی پھر قربانی کی تو اس صورت میں کیا حج پر کوئی اثر تو نہیں پڑے گا؟

جواب: ۱۰ر ذی الحجہ کو قربانی سے قبل طواف زیارت کرسکتے ہیں اس لیے کہ اس تاریخ میں قربانی اور طواف زیارت کے درمیان ترتیب واجب نہیں ہے، البتہ ترتیب مسنون ہے یعنی پہلے قربانی ہوگی پھر طواف زیارت، اس لیے اس ترتیب کے خلاف ہونے کی وجہ سے کراہت ہوگی۔ (ردالمحتار:۲/۵۵۵)

سوال: ایک خاتون سفر حج پر گئی، حج کے سارے ارکان اس نے ادا کرلئے جب واپسی کا دن آیا جس دن آخری رکن طواف وداع کرنا تھا کہ عذر شرعی پیش آگیا جس کی وجہ سے وہ ادا نہ کرسکی اور مجبوراً بغیر طواف وداع کے ہندوستان واپس گئی ایسی صورت میں سوال یہ ہے کہ کیا حج ہوا یا نہیں؟ کیا طواف وداع نہ کرنے کی وجہ سے دم یا صدقہ لازم ہوگا؟

جواب: طواف وداع اگرچہ واجب ہے لیکن حیض اور نفاس میں مبتلا عورت پر واجب نہیں ہے، اگر کوئی عورت جملہ ارکان حج کی ادائیگی کے بعد مکہ سے روانگی سے پہلے حائضہ ہوجائے اور قیام مکہ تک پاک نہ ہوسکے تو اس پر طواف وداع واجب ہی نہیں ہے، بلکہ اس عذر کی وجہ سے یہ وجوب ساقط ہوجاتا ہے۔ امام نوویؒ نے مناسک میں لکھا ہے کہ "ولا يجب طواف الوداع على الحائض والنفساء ولا دم عليها". (مناسک، ص:۴۳۵)

سوال: ایک شخص ہندوستان سے حج کے لیے گیا اس نے حج کے تمام ارکان ادا کرلئے، دوران حج دم تمتع کی قربانی نہیں کی اس خیال سے کہ گھر والوں نے قربانی کردی ہوگی، چنانچہ گھر والوں نے قربانی کردی، سوال یہ ہے کہ ہندوستان میں دی ہوئی قربانی اس کے دم تمتع کے لیے کافی ہوگی یا نہیں؟

جواب: شخص مذکور نے جب حج تمتع کیا تو اس پر قربانی واجب ہوگئی جس کی ادائیگی حرم ہی میں ضروری ہے، ہندوستان میں کی ہوئی قربانی کافی نہیں ہوئی، جب اس نے حلق کراکر احرام کھول دیا اور آگئے تو اس پر تین دم لازم ہوں گے، ایک دم تمتع کا، دوسرا دم ذبح کرنے سے قبل حلق کرانے کا اور تیسرا دم ایام نحر میں قربانی نہ کرنے کا، لہٰذا کسی آدمی کو جو مکہ میں ہو تین دم کی قیمت دیدے اور وہ وہاں تینوں جانوروں کی قربانی کردے۔

☆☆☆☆☆

مجلس صحافت ونشریات کی جدید پیش کش

اسلام کا نظام وقف

از مفتی محمد ظفر عالم ندوی (استاذ دار العلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ)

صفحات: ۲۰۰ قیمت: ۱۰۰

ناشر: **مجلس صحافت ونشریات**

ندوۃ العلماء، ٹیگور مارگ، لکھنؤ

عشق و محبت

مبارک ہو حرم کی خاک پر تجھ کو قدم رکھنا

تاج الدین اشعرؔ رام نگری

حرم کے جانے والے! ہو مبارک یہ سفر تجھ کو
مبارک چھوڑنا راہِ خدا میں اپنا گھر تجھ کو!

اعزا، اقرباء، سب سے کنارا کرلیا تو نے
مشقت کو بجان و دل گوارا کرلیا تو نے

بڑی قسمت ہے اس کی یہ سعادت جس کے ہاتھ آئے
بجا ہے ، جس قدر اپنے مقدر پر وہ اِترائے

خدا اپنے کسی مقبول بندے کو بلاتا ہے
جبھی شوق حضوری قلب میں ہلچل مچاتا ہے

دلوں میں جن کے ہے سچی لگن عشق محمدؐ کی
اُنہیں کو راس آتی ہے زیارت سبز گنبد کی

مسافر! لے ترا جذب محبت کام آتا ہے
خدا کی خاص رحمت کا تجھے پیغام آتا ہے

مبارک ہو حرم کی خاک پر تجھ کو قدم رکھنا
مبارک اس زمین پاک پر تجھ کو قدم رکھنا

حرم کے گرد پیہم گھومنا تجھ کو مبارک ہو
جبین سنگ اسود چومنا تجھ کو مبارک ہو

مبارک ہو اقامت شہر مکہ کی فضاؤں میں
مبارک سانس لینا اُس کی پاکیزہ ہواؤں میں

مبارک جامہ احرام کا زیب بدن ہونا
مبارک ہو منیٰ کی وادیوں میں خیمہ زن ہونا

مبارک ہو تجھے عرفات کے میدان میں جانا
مبارک نغمۂ "لبیک" سازِ روح پر گانا

مبارک ہو نمازیں خانہ کعبہ کی وسعت میں
مبارک ہو دعائیں سایۂ میزاب رحمت میں

مبارک ہو درِ خیر البشرؐ پر حاضری دینا
سنہری جالیوں کے پاس جا کر حاضری دینا

مسافر! جب حضور شاہ طیبہ حاضری دینا
ذرا ہم روسیاہوں کو بھی اُس دم یاد کر لینا

سلامی پیش کرنا پہلے ہم عصیاں شعاروں کی
ادب سے پھر سنانا التجائیں غم کے ماروں کی!

یہ کہہ دینا کہ جلدی لیں خبر ہندی مسلماں کی
ہوائے کفر سے شمعیں بجھی جاتی ہیں ایماں کی!

ہمیں ہر سمت سے اندوہ و رنج و غم نے گھیرا ہے
جدھر نظریں اٹھاتے ہیں اندھیرا ہی اندھیرا ہے

زمانہ اس طرح کچھ درپئے آزار ہے آقا!
سکون و عافیت کی زندگی دشوار ہے آقا!

غلاموں پر تمہارے یہ گھڑی اب تک نہ آئی تھی
کبھی ہم نے نہ یہ رسوائی وذلت اٹھائی تھی!

نہیں ہیں قابل عرض وبیاں مجبوریاں اپنی
فغاں کے جرم پر بھی اب توکٹتی ہے زباں اپنی

جو بھولے سے کبھی ہم نالہ وفریاد کرتے ہیں
خفا ہوکر ستمگر اور بھی بیداد کرتے ہیں

بھلے ہیں یا برے ہیں نام لیوا آپ کے ہیں ہم
بھکاری ہیں ، کرم کی بھیک شاہا مانگتے ہیں ہم

اشارہ چشم رحمت کا اگر اِک بار ہوجائے
یقیناً امت بیکس کا بیڑا پار ہوجائے

☆☆☆☆☆

Res: 2226177
Akbari Gate
2268845

Shop: 9415002532
2613736
3958875

سونے چاندی کی دنیا میں ۷۵ سالہ دیرینہ نام

حاجی صفی اللہ جویلرس

ہمارا نیا شوروم

پروپرائٹر: محمد اسلم

گڑبڑ جھالہ کے سامنے امین آباد لکھنؤ

HAJI SAFIULLAH JEWELLERS

Opp: Gadbad Jhala Aminabad, Lucknow-18
E-mail: hajisafiullahjeweller@gmail.com

پروپرائٹر: ولی اللہ

ولی اللہ جویلرس

WALIULLAH
Jewellers

ALL KINDS OF GOLD, SILVER
& DIAMOND JEWELLERY

Mob. 9415090544, 9936672278
Phone : 0522-2627446 (S)
e-mail : waliullahjewellers@gmail.com
Jutey Wali Gali, Aminabad, Lucknow

MAQBOOL JEWELLERS

مقبول جویلرس

جوتے والی گلی امین آباد

Jutey Wali Gali, Aminabad Lucknow
Mob.: 9956069081-9919089014
Shop No. S-13 Gole Market, Mahanagar Lucknow
Ph: 0522-4000130 (S) - 4001130

ممبئی کے قارئین کی خدمت میں

ممبئی کے قارئین ''تعمیر حیات'' سے گزارش ہے کہ ''تعمیر حیات'' کے سلسلہ میں رقم جمع کرنے یا خریدار بننے کے سلسلہ میں ذیل کے پتہ پر رابطہ قائم کریں، وہاں ان کو رقم جمع کرنے کی رسید مل جائے گی۔

ALAUDDIN TEA
44, Haji Building S.V. Patel Road
Null Bazar, Mumbai-400003
Tele Add Cupkettle
Ph: 23460220-23468708

Contact:
Mr. M. Afaq
Mr. M. Imran
Mr. M. Zeeshan

Phone: 0522-3058047

ریڈی میڈ مردانہ ملبوسات کا قابل اعتماد مرکز

اعلیٰ کوالٹی، جدید ترین فیشن کے ساتھ

Shirt, Trousers, Coats, Embroidered Sherwanis, Pullowers, Jackets, Kurta-Suits, Night Suits, Gown & Ties

شادی بیاہ، تیوہار اور تقریبات کے لئے شاندار ذخیرہ، تشریف لائیں قابل بھروسہ برانڈ

menmark®
Men's Exclusive
MFG, Wholesale, Export & Retail
58, Halwasia Market, Hazratganj, Lucknow-226001

Mohd. Zubair
Mohd. Salman
0522-2618629
09415028247
09919091462
Sahara
FOOTWEAR
wholesale
35, Amethi House, Near Post Office, Aminabad, Lucknow-18

NADWATUL-ULAMA
PO. BOX 93, TEGORE MARG,
LUCKNOW
226007 U. P. (INDIA)
Phone : 0522-2741231

ندوۃ العلماء
پوسٹ باکس ۹۳، ٹیگور مارگ، لکھنؤ
۲۲۶۰۰۷ یوپی (ہند)
فون نمبر: ۲۷۴۱۲۳۱-۰۵۲۲

Date 08/9/2013

تاریخ یکم ذیقعدہ ۱۴۳۴ھ

اپیل

اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ دار العلوم ندوۃ العلماء حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ العالی ناظم ندوۃ العلماء کی سرپرستی میں اپنی علمی و دینی خدمت میں مصروف ہے، اور طالبان علوم نبوت جوق در جوق آ آکر اس سرچشمۂ علم سے فیضیاب ہو رہے ہیں، طلباء کی کثرت کی وجہ سے دار العلوم کی مسجد میں مزید نمازیوں کے لیے گنجائش نہیں رہ گئی ہے، بارش یا دھوپ میں طلباء کو بہت تکلیف ہوتی ہے، اس صورت حال کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ کی مدد کے بھروسہ پر مسجد کی مزید توسیع کا فیصلہ کیا گیا ہے۔

مسجد دار العلوم ندوۃ العلماء کے وسیع صحن میں چھت ڈال کر اس کے اوپر ایک منزل تعمیر کرنے کا منصوبہ ہے، جس پر مبلغ 64,35,000/- (چونسٹھ لاکھ پینتیس ہزار) روپے خرچ کا تخمینہ ہے، جو انشاء اللہ اہل خیر حضرات کے تعاون سے پورا ہوگا۔

ہم امید کرتے ہیں کہ آپ اس اہم ضرورت کی طرف فوری توجہ فرمائیں گے اور ندوۃ العلماء کے کارکنوں کا ہاتھ بٹائیں گے اور مسجدوں کی تعمیر میں اللہ نے جو اجر و ثواب رکھا ہے اس کے مستحق بن سکیں گے، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ:

''جو کوئی اللہ کے لیے مسجد تعمیر کرائے گا اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں گھر تعمیر کرائے گا۔''

(مولانا مفتی) محمد ظہور ندوی	(مولانا) محمد واضح رشید ندوی	(پروفیسر) اطہر حسین	(مولانا) سعید الرحمن اعظمی ندوی	(مولانا) محمد حمزہ حسنی ندوی
نائب ناظم	معتمد تعلیم	معتمد مال	مہتمم دار العلوم	ناظر عام
ندوۃ العلماء	ندوۃ العلماء	ندوۃ العلماء	ندوۃ العلماء	ندوۃ العلماء

چک/ڈرافٹ پر صرف یہ لکھیں:
NADWATUL ULAMA
A/C NO. 10863759733
(State Bank of India Main Branch, Lucknow.)

اس پتہ پر ارسال کریں:
NAZIM NADWATUL ULAMA,
P.O. BOX NO. 93, TAGORE MARG,
LUCKNOW - 226007 (U.P.)

Phone : (0522) 2741231, 2741316, 2740151, Fax : 2741221
E-mail address : nadwa@sancharnet.in/ website : www.nadwatululam.org.

Postal Regd. No. LW/NP/63/2012TO2014
R. N. I. No. UP. Urd/2001/6071
Despatch Date, 10-12 / 25-27

Vol. No. 50 Issue No.21

Fortnightly
TAMEER-E-HAYAT
Tagore Marg, Badshah Bagh, Lucknow-07

Ph. Off. : 0522-2740406
Fax : 0522-2741221
E-mail : nadwa@sancharnet.in

10 September 2013

Booking Open

SAITECH GRACE

An Ideal House You Truly Deserve

2 BHK / 3 BHK & 4BHK
Premium Flats Available
at Affordable Prices

FACILITIES /AMENITIES

24X7 security system, Intercom / EPABX system from Entrance Gate, Power Backup through Generator, Internet connectivity, Pressurized water supply system, High quality single lever bathroom fittings, Open and covered car parking, Children play ground, Jogging / walking track, Gymnasium provision, Automatic high speed lifts, Fire Fighting System, Ample open and covered (stilt and basement) car parking space, Visitor's Parking.

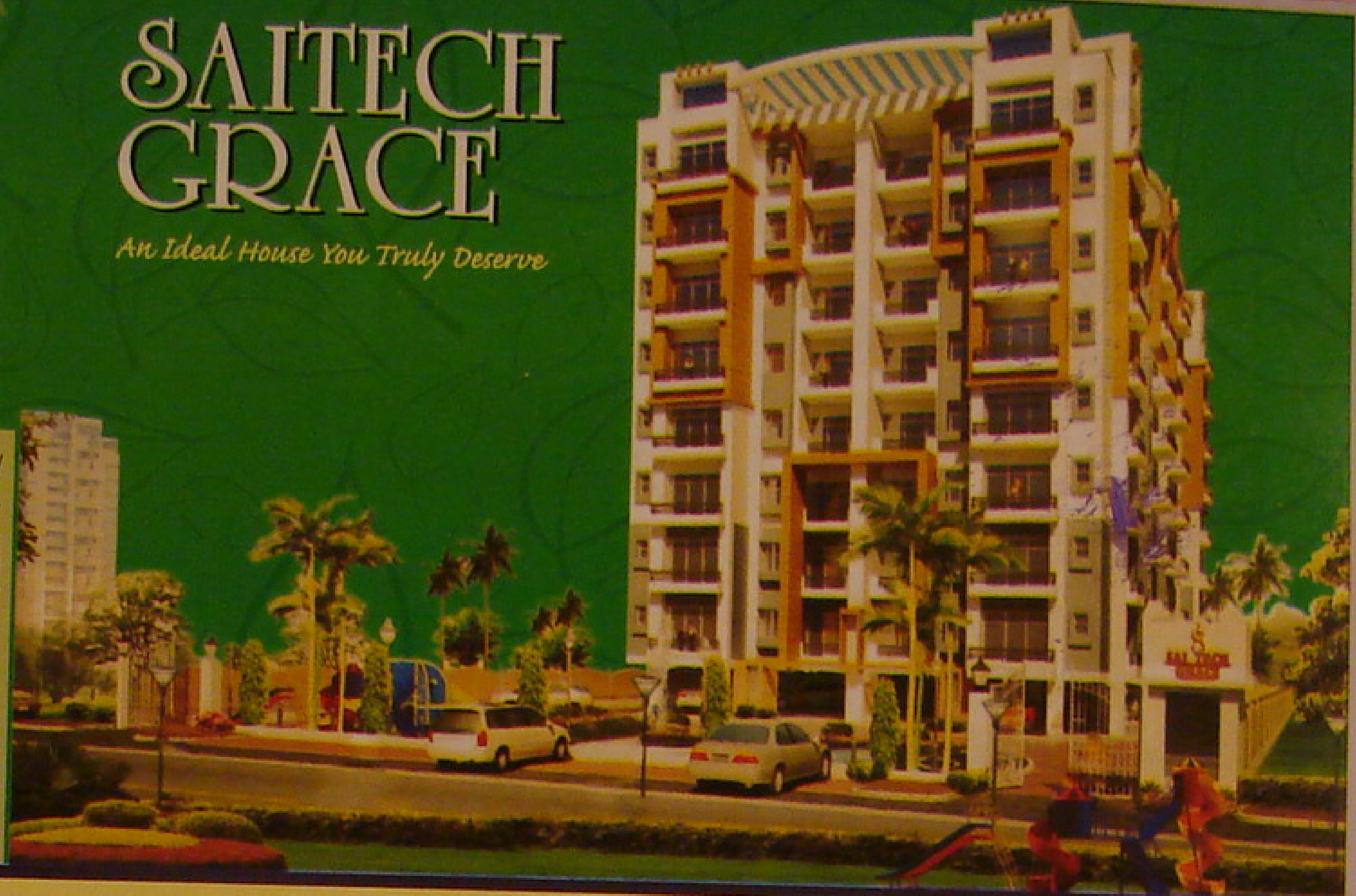

BUILDERS & DEVELOPERS
SAITECH INFRASTRUCTURE PVT. LTD.
MAS COLONISERS (INDIA) PVT. LTD.

Corporate Office
06-F.F., Natraj Complex, 11 B.N. Road, Lalbagh,
Lucknow - 226001
Tele Fax : +91-522-4077160
Mob.: 9838456123, 9450200000,
9450931440, 9415022240
Website : www.saitechbuilders.com
E-mail : saitechinfra@gmail.com

Site Office 485/8, Mohan Meakin Road,Daliganj, Lucknow.

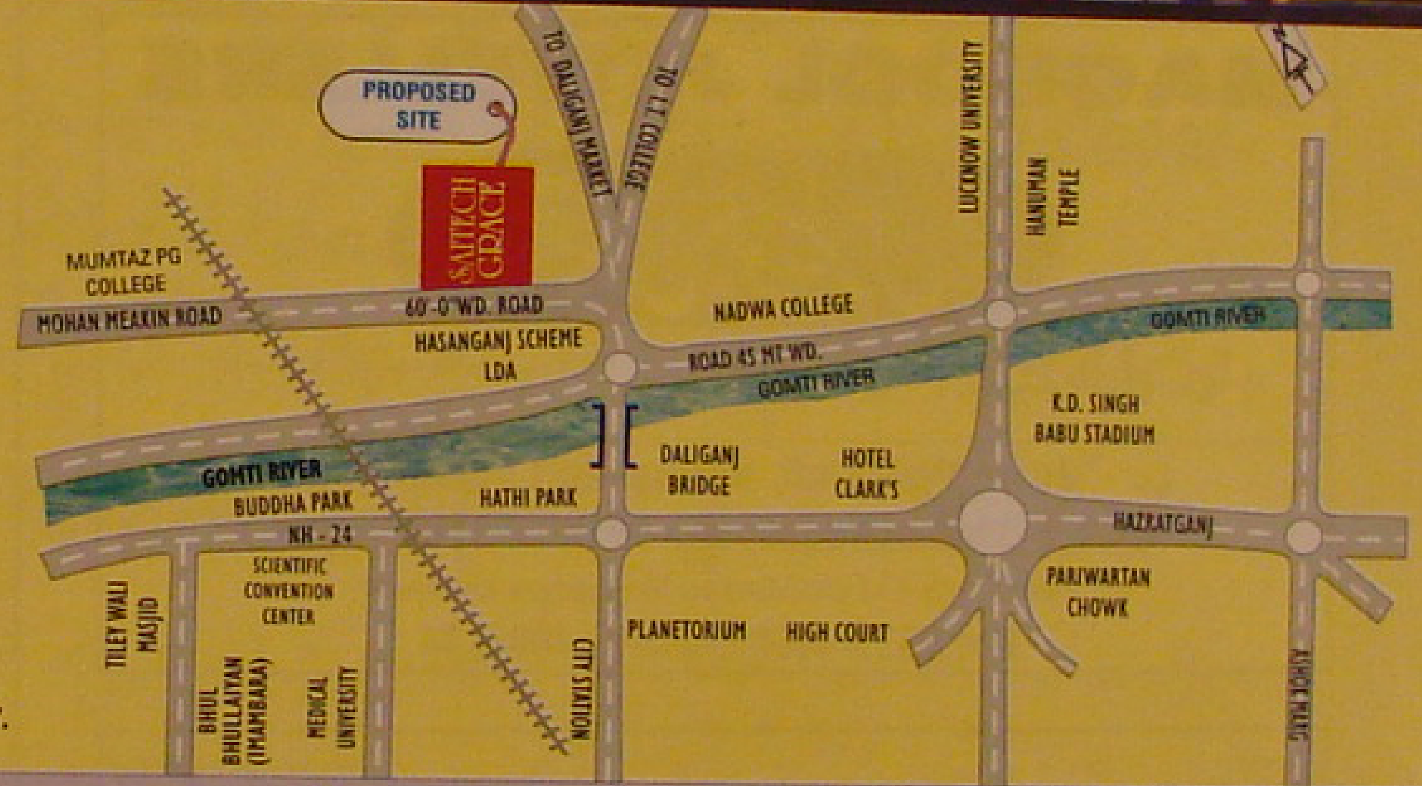

لکھنؤ کے قدیم مشہور و معروف صندل سے تیار کردہ

خوشبودار عطریات

روغنیات، عرقیات، کولر پرفیوم، کار پرفیوم، روم فریشنر، فلور پرفیوم، روح گلاب،
روح کیوڑہ، عرق گلاب، عرق کیوڑہ، اگربتی، ہربل پروڈکٹ

________ : کی ایک قابل اعتماد دوکان : ________
ایک مرتبہ تشریف لاکر خدمت کا موقع دیں

تیار کردہ

IZHARSON PERFUMERS اظہارسن پرفیومرس

H.O. : Akbari Gate, Chowk, Lucknow.
Tel : 0522-2255257 Mobile : +91-9415009102
Branch : C-5 Janpath Market, Hazratganj
Lucknow 226001 U.P. INDIA Cell:91-9415784932
E-mail : izharsonperfumers@yahoo.com

اکبری گیٹ، چوک لکھنؤ
برانچ: C-5، جنپتھ مارکٹ، حضرت گنج

Designed By : Future Graphix, Lko. Mobile : 7860632916

Editor *Shamsul Haq Nadwi*, Printed & Published by *Athar Husain*
On behalf Majlis-e-Sahafat-wa-Nashriyat at Azad Printing Press Mahboob Building Nazirabad, Lko. Ph: 9415100085